موزوں پر مسح کے شرعی احکام

اکابر کی تحقیقات اور جامع تعبیر کی روشنی میں مسائل کا مدلل مجموعہ
فتاویٰ شامی اور اعلاء السنن کے متعلقہ اہم مباحث کی تلخیص کے ساتھ

محمد مصعب
معین مفتی دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

مکتبہ علم و فقہ دیوبند

كتاب المسح على الخفين

موزوں پر مسح کے شرعی احکام

اکابر کی محتاط و جامع تعبیر کی روشنی میں مسائل کا مدلل مجموعہ
فتاویٰ شامی اور اعلاء السنن سے متعلقہ اہم مباحث کی تلخیص کے ساتھ

محمد مصعب

معین مفتی دار الافتاء، دار العلوم دیوبند

مکتبہ علم و فقہ دیوبند

تفصیلات

- نام کتاب : کتاب المسح علی الخفین / موزوں پر مسح کے شرعی احکام
- نام مصنف : محمد مصعب معین مفتی دارالافتاء دارالعلوم / دیوبند
- صفحات
- تعداد : ۱۱۰۰ (گیارہ سو)
- قیمت :
- سن اشاعت : ربیع الاول ۱۴۳۹ھ / دسمبر ۲۰۱۷ء

ناشر

مکتبہ علم وفقہ / دیوبند

ملنے کے پتے

دیوبند کے سبھی بڑے کتب خانوں پر دستیاب ہے

مدنی کتب خانہ دیوبند

MADANI KUTUB KHANA

NEAR QAZI MASJID, DEOBAND -247554 (U.P.) INDIA

email : madanipublishers@gmail.com

Call : 976 018 5939 / 989 786 9379

کتاب المسح علی الخفین

فہرست

ابتدائیہ

پہلا باب: مسح علی الخفین کی مشروعیت

دوسرا باب: مسح سے متعلق متفرق مسائل

تیسرا باب: مسح کی شرائط

چوتھا باب: موزوں کی قسمیں: تعریف اور حکم

پانچواں باب: مسح کی مدت

چھٹا باب: مسح کے باطل ہو جانے کی صورتیں

ساتواں باب

موزے کے پھٹ جانے کی مختلف صورتیں اور ان کا حکم

دعائیہ کلمات

حضرت اقدس مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی

مہتمم دارالعلوم دیوبند

کتاب المسح علی الخفین موزوں پر مسح سے متعلق شرعی احکام کا مجموعہ ہے، جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، مرتب کتاب جناب مفتی محمد مصعب علی گڑھی (معین مفتی دارالعلوم دیوبند) نے فقہی ابواب سے متعلق اہم عناوین پر ایک خاص نہج کے ساتھ مسائل کو جمع کرنے کا ایک مفید سلسلہ شروع کیا ہے، جس میں زیر بحث عمل آنے والے تمام جزئیات کے احکام، دلائل، اگر راجح مرجوح کا اختلاف ہو، تو راجح کی نشاندہی اور اس کی تحقیق ذکر کردی جائے، بالخصوص مسائل کی تعبیر وتشریح میں اکابر کی تعبیر کو پیش نظر رکھا جائے اور جن مسائل میں علامہ شامیؒ نے قول راجح کی تحقیق میں مفصل بحث کی ہے، اس کا خلاصہ بھی ذکر کردیا جائے۔

زیر نظر کتاب اسی سلسلے کی پہلی کڑی ہے، مسح علی الخفین چونکہ ایک منصوص فریضہ وضوء (غسل رجلین) کا قائم مقام ہے، اس لیے اس کی بہت اہمیت ہے، ہر طرح کی احتیاط اور حدود کی رعایت بھی ضروری ہے، کتاب میں ماشاء اللہ ان امور کی حتی الامکان رعایت کی گئی ہے۔ مرتب کتاب نے عرق ریزی کے ساتھ مسائل کو منقح کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

کتاب کا تفصیلی منہج مرتب کتاب نے اپنے پیش لفظ میں خود ذکر کردیا ہے، اس کا اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اللہ تعالی اس علمی خدمت کو قبول فرمائے اور آئندہ بھی علمی وتحقیقی کام کرنے کی توفیق بخشے، آمین۔

ابوالقاسم نعمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند

۲۸/صفر،۱۴۳۹ھ

تقریظ

حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمن صاحب خیرآبادی

مفتی دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید الأنبیاء والمرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین.

أما بعد:

علم فقہ ایک سمندر ہے، اس میں جو شخص جس قدر غواصی کرے گا، اسی قدر موتیاں اس میں سے نکال کر لے آئے گا، قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے: **وَمَن يُؤْتَ الحِكمَةَ فَقَدْ أوتِيَ خيراً كثيراً**، یعنی: جس کو علم فقہ سے نوازا گیا، اسے خیر کثیر کے ساتھ نوازا گیا اور حدیث شریف میں آیا ہے: **مَن يُرِدِ اللہُ به خيراً يُفَقِّهه فِي الدِّين**، یعنی: جس شخص کے حق میں اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں، اسے دینی فقاہت نصیب فرمادیتے ہیں۔

یہ کتاب بھی اسی دینی فقاہت کی ایک کڑی ہے، جو باب المسح علی الخفین پر لکھی گئی ہے، اس کتاب کے مولف مولانا مفتی محمد مصعب صاحب علی گڑھی معین مفتی دارالعلوم دیوبند نے مسح علی الخفین کو سات ابواب پر منقسم کر کے ہر ہر جزئیہ پر پوری تحقیق کے ساتھ سیر حاصل بحث کی ہے، فقہیانہ بھی بحث کی ہے اور محدثانہ بحث بھی کی ہے، مولف نے بطور خاص علامہ شامیؒ کی رد المحتار کو سامنے رکھ کر ان کی تحقیقات وحوالجات پر زیادہ کلام کیا ہے، علامہ شامیؒ نے جن مباحث پر مفصل کلام کیا ہے، اُن کی تلخیص بھی پیش کی ہے اور اصل مراجع کی طرف مراجعت کر

کہ اسے خوب منقح کیا ہے، خصوصاً منحۃ الخالق علی البحر الرائق، فتاوی ہندیہ وغیرہ سے مؤید ومبرھن کر کے اس کی ثقاہت کو دوبالا کر دیا ہے، کہیں کہیں حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ کی تحقیقات بھی پیش کی ہیں، اکابر کی تعبیرات کی روشنی میں ہر مسئلہ کی تعبیر بڑی جامعیت کے ساتھ سلیس اردو زبان میں پیش کی ہے، مفتی بہ اور راجح قول ذکر کرنے کا اہتمام والتزام کیا ہے، مؤلف نے اس کتاب کے لکھنے میں بڑی محنت اور عرق ریزی کی ہے، اللہ تعالیٰ اُن کی اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے، اُس کے فیض کو عام فرمائے، خود مفتی صاحب کو اجر جزیل عطا فرمائے اور یہ کتاب اُن کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین۔

حبیب الرحمان خیرآبادی عفا اللہ عنہ
مفتی دارالعلوم دیوبند
۲۶/صفر ۱۴۳۹ھ

تقریظ

حضرت مولانا مفتی زین الاسلام صاحب قاسمی الٰہ آبادی
مفتی دارالعلوم دیوبند

باسمہ تعالیٰ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

أما بعد:

مسح علی الخفین اہل السنۃ والجماعۃ کی علامت ہے، اس کی مشروعیت متفق علیہ ہے، جب ہم فقہ حنفی کی کتابوں میں اس کے مسائل واحکام اور جزئیات کو دیکھتے ہیں، تو یہ ایک عنوان فقہ حنفی کی جامعیت کی علامت بن کر سامنے آتا ہے، یہ باب بظاہر ایک سادہ اور معمولی معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ تر کرکے موزوں پر پھیر دیا جائے؛ لیکن جب موزوں کی شرائط، مسح کی فرض مقدار، مثلاً: تین انگلیوں کے بقدر ہونا، سنت طریقہ، مثلاً: انگلیاں بچھا کر لکیر کھینچ کر ہونا وغیرہ امور اور ان کی تفصیلات پر نظر ڈالتے ہیں، تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ یہ باب خاصا اہمیت کا حامل ہے۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جس موزے میں خفین کے اوصاف نہ پائے جائیں، ان پر مسح جائز نہیں ہے، چنانچہ سوتی اونی موزے پر مسح کرنا جائز نہیں ہے، اس وقت تساہل کی بناء پر بعض لوگ اس کی شرائط کو اہمیت نہیں دیتے اور موزہ خواہ سوتی یا اونی ہی کیوں نہ ہو، ذرا سا دبیز ہوا، بس اس پر مسح کرنا شروع کردیتے ہیں، اس کا سبب امور دینیہ میں تساہل اور احکام سے ناواقفیت کے

ساتھ یہ بھی ہے کہ اُن لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ اُس زمانے میں جو کپڑے اور بوٹ رائج تھے اور جو موزہ استعمال ہوتا تھا، سب پر مسح کرنے کا حکم تھا، ہذا موجودہ وقت میں جو موزے رائج ہیں، سب پر مسح کرنا جائز ہوگا، حالانکہ خفین ایک خاص قسم کے موزے کو کہتے ہیں، جو چمڑے کا ہوتا ہے اور اُس کی اور بھی شرائط ہیں، جن کو فقہائے کرام نے مسح کے صحیح ہونے کے لیے ضروری قرار دیا ہے۔

پس خفین اور اس جیسے موزے جن پر مسح جائز ہے، اُن کی شرائط بہت اہمیت کی حامل ہیں، اگر ایک شرط بھی مفقود ہوئی، تو پھر مسح کرنا صحیح نہیں ہوگا، جب مسح ہی صحیح نہیں ہوا، تو نماز کے صحیح ہونے کا کیا سوال؟

پیش نظر کتاب "کتاب المسح علی الخفین" مفتی محمد مصعب صاحب علی گڑھی معین مفتی دارالعلوم دیوبند کی جہد و کاوش کے ثمرے کے طور پر ہمارے ہاتھوں میں ہے، جس میں مؤلف موصوف نے مسح علی الخفین کی مشروعیت، شرائط، مسائل، سنن و مستحبات کی تفصیلات فقہ حنفی کی معتبر و متداول بیشتر کتابوں کو سامنے رکھ کر مرتب کی ہیں، مسئلہ کی تعبیر میں موصوف نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی مشہور تصنیف بہشتی زیور اور حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی کی معروف تصنیف علم الفقہ کو خصوصیت کے ساتھ سامنے رکھا ہے، موصوف نے مسح علی الخفین کے مسائل، اُن کے جزئیات، پھر اُن میں معمولی معمولی فرق سے صورت مسئلہ کی تبدیلی کا ذکر کرتے ہوئے احکام کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے، کتاب میں مسائل کے احاطہ کے ساتھ ساتھ عربی حوالہ جات بھی کثرت سے ذکر کیے گئے ہیں اور حوالوں میں صریح عبارتوں کو لکھنے کی کوشش کی ہے۔ فتاوی شامی اور اعلاء السنن میں اس باب سے متعلق اگر کوئی اہم اور خصوصی تحقیق کی گئی ہے، تو مؤلف موصوف نے اُس کا خلاصہ بھی پیش کیا ہے، جس سے کتاب کی افادیت میں اضافہ ہوگیا ہے۔ کتاب کا تفصیلی منہج موصوف نے پیش

حفظ میں وضاحت کے ساتھ ذکر کر دیا ہے۔

یہ کتاب اہل علم کے مطالعہ کے لیے بھی مفید ہے اور طلبہ بھی علمی و تحقیقی ذوق پیدا کرنے کے لیے اس سے بھرپور استفادہ کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مؤلف موصوف کی سعی کو مشکور فرمائے اور اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے، اس مجموعہ کو قبولیت سے نوازے، زیادہ سے زیادہ لوگ اس کے مشمولات سے مستفید ہوں، آمین۔ فقط

خاک پائے درویشاں
زین الاسلام قاسمی الہ آبادی
مفتی دار العلوم دیوبند
۱۴۳۹/۳/۲۰ھ

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری دامت برکاتہم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، أما بعد!

اہل علم و افتاء سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ مسح علی الخفین کا جواز؛ اہل سنت والجماعت کے خاص امتیازات میں شامل ہے اور حضرات فقہاء کرام نے اس موضوع پر بہت دقیق بحثیں فرمائی ہیں اور اس کے جواز کے شرائط اور سنن وآداب وغیرہ سے متعلق بے شمار جزئیات جمع فرمادیے ہیں؛ بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ اِس مسئلہ کے مالہ وماعلیہ کے بارے میں کوئی جزو بھی تشنہ نہیں چھوڑا ہے بالخصوص عمدۃ الفقہاء خاتمۃ المحققین حضرت علامہ محمد امین ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۵۲ھ) نے اپنے معرکۃ الآراء حاشیہ "رد المحتار علی الدر المختار" میں بہت تفصیل سے اِس مسئلہ کے مختلف گوشوں کو اجاگر فرمایا ہے، اور اپنی تحقیقات پیش کی ہیں، جو اہل علم کے لئے سرمۂ بصیرت بنائے جانے کے لائق ہیں۔ احقر کے لئے یہ بات قابل مسرت ہے کہ دار العلوم دیوبند کے ایک ہونہار ذی استعداد فاضل اور دار الافتاء دار العلوم دیوبند کے معین مفتی مکرمی جناب مولانا مفتی محمد مصعب صاحب علی گڈھی زید علمہ وفضلہ نے اُردو میں اِس موضوع پر ایک جامع تحقیقی رسالہ "کتاب المسح علی الخفین" (موزوں پر مسح کے شرعی اَحکام) کے نام سے تحریر فرمایا ہے، جس میں بہت عمدہ انداز میں اُصولی اور فروعی اہم مباحث کی تلخیص پیش کی گئی ہے، جس سے اہل علم اور اَرباب افتاء خوب فائدہ اُٹھائیں گے، اور عوام میں سے بھی اہل ذوق حضرات کے لئے یہ

کتاب رہنمائی کا ذریعہ بنے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو بے حد قبول فرما کر اُمت کے لئے نافع بنائیں، اور آں موصوف کو اس طرح کی مزید علمی و تحقیقی خدمات انجام دینے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔ فقط واللہ الموفق

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
خادم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد
۱/۳/۱۴۳۹ھ مطابق ۲۱/۱۱/۲۰۱۷ء

پیش لفظ

اللہ جل شانہ نے محض اپنے فضل و کرم سے موزوں کے مسائل کی تحقیق و تنقیح کی توفیق عنایت فرمائی، یہ محض اُسی کی عنایت، مشفق والدین کی مستجاب دعاؤں اور حضرات اساتذہ کرام کی توجہات کا نتیجہ ہے۔

موزوں کے مسائل کی تجمیع و تحقیق میں بنیادی طور پر تین کام سامنے رکھے گئے ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے:

مسئلہ کی تعبیر و تشریح:

فقہی مسائل کی تعبیر اور تشریح نازک ترین کام ہے، کسی قید کے چھوٹنے یا اسلوب کے بدلنے یا الفاظ کی کمی زیادتی سے بسا اوقات مسئلہ کا حکم بدل جاتا ہے، فقہائے کرام نے مسائل کی تخریج میں حد درجہ احتیاط برتی ہے، اسی وجہ سے فقہی کتابوں میں حکم سے متعلق مختلف اصطلاحی الفاظ ملتے ہیں، مثلاً: حرام، فرض عین، فرض کفایہ، فرض عملی، واجب لعینہ، واجب لغیرہ، مسنون، مستحب، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی، ممنوع، مباح وغیرہ؛ بلکہ فقہاء کبھی کسی حکم کو بیان کرنے میں خاص اصطلاحی لفظ کو استعمال ہی نہیں کرتے ہیں۔

اکابر دیوبند کی منجملہ خصوصیات میں ایک یہ بھی ہے کہ انھوں نے فقہی مسائل میں فقہائے کرام کی تعبیر کو حتی الامکان اردو میں منتقل کرنے کی کوشش کی ہے، بالخصوص حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ، حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب لکھنویؒ اور حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب نقشبندیؒ، ان حضرات نے مستقل فقہی مسائل کو مرتب فرمایا ہے، اس لیے ان کی کتابوں کی تعبیر زیادہ جامع

اور سلیس ہے، نیز انھوں نے مفتی بہ قول کا التزام کیا ہے۔

فتاوی کی شکل میں اکابر کے تحریر کردہ جو مسائل موجود ہیں، اُن میں اصول افتاء کے پیش نظر مستفتی کے سوال کے منشاء کو سامنے رکھا گیا اور بقدر ضرورت شرعی حکم پر اکتفا کیا گیا ہے۔

اس لیے ہم نے مسائل کی تعبیر میں ان چار کتابوں کو اصل بنایا ہے:

(۱) بہشتی زیور (۲) علم الفقہ

(۳) تعلیم الاسلام (۴) عمدۃ الفقہ

مسح علی الخفین سے متعلق جو مسائل ان کتابوں میں مذکور تھے، اُن میں سے مکرر مسائل حذف کر کے، باقی مسائل پر عنوان لگا دیا گیا، کہیں کہیں کسی قدیم تعبیر یا لفظ میں ترمیم اور اضافہ بھی کیا گیا ہے، نیز موجودہ وقت کی ضرورت کے مطابق کہیں مسئلہ کی تشریح بھی کی گئی ہے؛ لیکن حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ حضرات اکابر کی تعبیر کی روح باقی رہے۔

عربی کی متداول کتابوں سے مراجعت کے بعد زائد مسائل کا متعلقہ مقامات پر اضافہ کر دیا گیا ہے اور اس سلسلے میں فتاوی شامی میں مذکور جزئیات کے احاطے کی کوشش کی گئی ہے۔

حوالوں کا منہج:

مسئلہ کے حوالجات اور ماخذ کا کام بھی اہم ہے، اس سلسلے میں جو منہج اختیار کیا گیا ہے، اُس کا خلاصہ یہ ہے:

- اگر مسئلہ منصوص ہے، تو سب سے پہلے نص کی صراحت اور اُس کا وجہ استدلال بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔
- حدیث ذکر کرنے کے ساتھ اُس کا حکم بھی لکھا گیا ہے۔
- احادیث کے حوالے میں تخریج حدیث کے اصول کو سامنے رکھا گیا ہے۔

● منصوص مسائل میں نص کے ذکر کرنے کے ساتھ فقہی کتابوں کا بھی حوالہ دیا گیا ہے اور اس میں ایسی مستند کتاب کی عبارت ذکر کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جس میں اسی نص کو مستدل بنایا گیا ہو۔

● فقہی کتابوں میں فتاویٰ شامی کی عبارت اگر صریح ہے، تو پہلے حوالہ اسی کا دیا گیا ہے اور اگر شامی کی عبارت میں اجمال ہے، تو جس کتاب کی عبارت زیادہ صریح ہے، اس کو مقدم کیا گیا ہے، نیز آخر میں شامی کی اجمالی عبارت کا بھی التزام کیا گیا ہے۔

● جس کتاب میں مسئلہ کے حکم کے ساتھ عقلی یا نقلی دلیل مذکور ہے یا مسئلے سے متعلق کچھ اضافہ ہے، اس کو بھی ذکر کیا گیا ہے۔

● فتاویٰ ہندیہ کی عبارت کا بھی التزام کیا گیا ہے۔

● اگر کسی مسئلے کے حکم کا کوئی جزء دوسری کتاب میں مذکور ہے، تو اس کتاب کی بھی عبارت نقل کی گئی ہے۔

● جس کتاب میں امام صاحب کے قول یا ظاہر الروایۃ کی صراحت ملی، اس کی عبارت بھی ذکر کردی گئی ہے۔

● حوالہ میں دی گئی عبارت کے مثل یا اس کے مقابلے میں مجمل کسی کتاب کی عبارت کو ذکر کرنے سے احتراز کیا گیا ہے۔

● فتاویٰ شامی، فتاویٰ ہندیہ، بدائع الصنائع اور البحر الرائق کے جو نسخے متداول ہیں، سب کا حوالہ دیا گیا ہے، باقی کتابوں میں صرف ایک نسخے پر اکتفا کیا گیا ہے۔

تحقیقات شامی وعثمانی:

یہ حقیقت ہے کہ بعض مسائل میں فقہائے احناف کی عبارتوں میں تعارض ملتا ہے، حتی کہ مفتی بہ اور راجح قول کی تعیین میں بھی اختلاف نظر آتا ہے، علامہ

شامیؒ کی یہ بڑی خصوصیت ہے کہ انھوں نے فقہ حنفی کی تقریباً ساری ہی مطبوعہ اور مخطوطہ کتابوں کو سامنے رکھ کر قول راجح کی تحقیق وتنقیح میں حد درجہ عرق ریزی کی ہے، جو اہل علم سے مخفی نہیں، علامہ شامیؒ کی اس قسم کی بحثیں بڑی وسیع اور انشراح کا باعث ہوتی ہیں؛ لیکن بعض بحثیں پیچیدہ اور مغلق بھی ہوتی ہیں، جس میں متعلقہ اصل مراجع کو بھی دیکھنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، اس طرح کے مباحث کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے، تاکہ قول راجح اور مفتی بہ اقوال کو مکمل بصیرت کے ساتھ سمجھا جا سکے، اِس سلسلے میں اکابر کی تصنیفات کو بھی سامنے رکھا گیا ہے؛ اس لیے کہ اکابر نے فقہی مسائل کی تحقیق میں عموماً شامی کو سامنے رکھا ہے اور بعض مواقع پر استدراک بھی کیا ہے۔

فقہ حنفی کو احادیث سے مدلل ومنقح کرنے میں اعلاء السنن کی اہمیت بھی اہل علم سے مخفی نہیں، علامہ ظفر احمد صاحب عثمانیؒ نے اپنی عظیم الشان کتاب اعلاء السنن میں فقہی مسائل پر احادیث کے تعلق سے وارد ہونے اشکالات کا کافی اور شافی جائزہ لیا ہے، حضرت علامہ چونکہ محدث کے ساتھ فقیہ بھی تھے، اس لیے اس کتاب میں فقہ وحدیث دونوں کے اصول کو سامنے رکھا گیا ہے، فقہائے احناف کی بعض بحثوں پر استدراک کرتے ہوئے احادیث کا صحیح محمل متعین کیا گیا ہے اس طرح کی اہم بحثوں کا بھی خلاصہ تحقیق عثمانی کے نام سے ذکر کر دیا گیا ہے، اس میں امداد الاحکام کو بھی سامنے رکھا گیا ہے۔

علامہ شامی اور علامہ عثمانیؒ کی تحقیقات کتاب کے درمیان ہی حوض میں کر دی گئیں ہیں۔

اس نہج پر مسائل کی تحقیق وتنقیح میں بندے کے مشیر وراہنما حضرت مولانا مفتی ابو القاسم صاحب نعمانی مدظلہ (مہتمم دار العلوم دیوبند) نے حوصلہ

افزائی فرمائی اور ہر موقع پر قیمتی مشورے سے نوازا اور دعائیہ کلمات لکھ کر بندے پر احسان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اُن کا سایہ تادیر قائم فرمائے، آمین۔

بندہ استاذ مکرم حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمان صاحب خیرآبادی مدظلہ، حضرت مولانا مفتی زین الاسلام صاحب الہ آبادی مدظلہ اور حضرت مولانا مفتی سلمان صاحب منصورپوری مدظلہ العالی کا بھی ممنون ومشکور ہے کہ انھوں نے کتاب کے مسودے پر نظر فرماکر وقیع تقریظ تحریر فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات سے حسن ظن کو قبول فرماتے ہوئے بندے کے ساتھ ستر پوشی کا معاملہ فرمائے، آمین۔

بندہ حضرت مولانا مفتی محمد عمران اللہ صاحب قاسمی (استاذ دارالعلوم دیوبند) کا بھی ممنون ہے کہ انھوں نے بھی بندے کو توجہ دلائی اور مسائل کی ترتیب وتنقیح میں بہت قیمتی باتوں کی طرف متوجہ فرمایا۔

مسائل کی تنقیح وتحقیق اور تصحیح وترتیب میں برادر مکرم مفتی محمد عثمان حسن بارہ بنکوی نے بھرپور تعاون کیا، عزیز گرامی مولوی محمد صادق مظفرنگری اور مولوی عبیداللہ بہرائچی (متعلم تکمیل افتاء دارالعلوم دیوبند) نے بھی تعاون فرمایا۔
اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو دنیا اور آخرت میں بہترین صلہ عنایت فرمائے، آمین

بندہ اس کاوش کو دارالافتاء دارالعلوم دیوبند، حضرات اساتذہ کرام اور اپنے مشفق والدین محترمین کی طرف منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے، جن کی دعاؤں اور توجہات کا بندہ ہر وقت محتاج ہے۔

آخر میں حضرات اہل علم اور مفتیانِ کرام سے گذارش ہے کہ ناچیز کو اپنی کوتاہ فہمی اور علمی کمی کا اعتراف ہے، یہ ایک طالب علمانہ کوشش ہے، خطا اور لغزش مستبعد نہیں، اس لیے کسی بھی طرح کی غلطی اور لغزش کا علم ہونے کے بعد ضرور مطلع فرمادیں، انشاءاللہ مراجعت کے بعد تصحیح کرلی جائے گی۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ بندے کی اس کاوش کو قبول فرما کر امت کے لیے نافع بنائے۔ آمین۔ **ربنا تقبل منا، إنک أنت السّمیع العلیم، وتُب علینا إنک أنت التواب الرّحیم۔**

العبد محمد مصعب

۲۱/۳/۱۴۳۹ھ

پہلا باب

مسح علی الخفین کی مشروعیت

مسح علی الخفین کی مشروعیت

متقدمین ومتاخرین علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ مسح علی الخفین کی مشروعیت صحیح احادیث سے ثابت ہے؛ بلکہ بہت سے حفاظ حدیث کے نزدیک مسح علی الخفین کے ثبوت کی حدیثیں تواتر کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں۔

قال السرخسي: إنَّ المسح على الخفين جائز بالسنة، فقد اشتهر فيه الأثر عن رسول الله ﷺ قولاً وفعلاً. (المبسوط: ۱/۹۷، دار المعرفة بیروت)

قال الكاساني: إن الأمة لم تختلف على أنَّ رسول الله - ﷺ مَسَحَ.

(بدائع الصنائع: ۱/۷، ط: دار الكتب العلمية بیروت، ۱/۷۷، ط: زکریا، دیوبند)

قال الحصكفي: وفي "التحفة": (ثبوته بالإجماع؛ بل بالتواتر، رواته أكثر من ثمانين، منهم العشرة)

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۲۶۵، ط: دار الفكر بیروت، ۱/۴۴۲، ط: زکریا، دیوبند، ۲/۱۸۲، فرفور دمشق)

قال البنوري: وقد صَرَّحَ جمع من الحفاظ بأن المسح على الخفين متواتر. (معارف السنن: ۱/۳۳۱، باب المسح على الخفين، ط: ایچ ایم سعید، کراچی)

مسح علی الخفین کی احادیث

علامہ زیلعیؒ نے نصب الرایۃ میں مسح علی الخفین سے متعلق چھیبیس احادیث کو الاصح فالاصح کی ترتیب پر جمع کیا ہے اور ان کی اسنادی حیثیت پر کلام بھی کیا ہے، جب کہ علامہ عینیؒ نے نخب الافکار میں لکھا ہے کہ مسح علی الخفین کی احادیث روایت کرنے والے سرسٹھ (۶۷) صحابہ ہیں، انھوں نے ہر صحابی کی

حدیث اور اُس کا ماخذ اور حکم بھی بیان کیا ہے۔

قال الزیلعي :أنا أذكر من هذه الأحاديث ما تيسّر لي وجوده، مستعيناً بالله، وأبدأ بالأصح فالأصح، فأقول: منها حديث جرير بن عبدالله البجلي الخ.

(نصب الراية: ۱/۱۶۲، باب المسح على الخفين ط: دار القبلة للثقافة الإسلامية جدة، تحقيق: محمد عوامة)

قال العيني: اعلم أنا نشير إلى جماعة من الصحابة الذين رووا المسح على الخفين بإشارة لطيفة، وهم سبعون صحابياً..... الخ.

(نخب الأفكار: ۲/۱۸۵، ۱۹۰، ط: وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية قطر، كذا في البناية شرح الهداية: ۱/۵۷۱، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

نوٹ: مختب الافکار کا جو نسخہ ہمارے پاس ہے، اُس میں پینسٹھ (۶۵) احادیث مذکور ہیں، ممکن ہے کہ کسی دوسرے نسخے میں ستر احادیث ہوں۔

سب سے اہم حدیث

محدثین کی نظر میں سب سے اہم اور صریح حدیث حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

حضرت ہمام بن حارثؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پیشاب کیا، پھر وضوء کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا، جب لوگوں نے (حیرت سے) کہا کہ آپ (پیر دھلنے کے بجائے) مسح کر رہے ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا کہ میں مسح کیوں نہ کروں جب کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر آپ نے پیشاب فرمایا، پھر وضوء کیا اور موزوں پر مسح کیا۔

فائدہ:

خوارج اور شیعہ مسح علی الخفین کی حدیثوں کو منسوخ مانتے ہیں، وہ کہتے ہیں

کہ سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۶ بعد میں نازل ہوئی، جس میں پیروں کو دھونے کا حکم دیا گیا، لہذا یہ آیت ناسخ ہوگی؛ لیکن حضرت جریر بن عبداللہؓ کی حدیث سے معلوم ہوا کہ خفین پر مسح کی حدیثیں منسوخ نہیں ہیں؛ اس لیے کہ آیت وضوء کے نازل ہونے کے بعد بھی حضورﷺ سے خفین پر مسح کرنا ثابت ہے، چنانچہ حضرت جریر بن عبداللہؓ سورہ مائدہ کے نازل ہونے کے بعد مسلمان ہوئے تھے؛ بلکہ امام بخاریؒ نے لکھا ہے کہ حضرت جریر سب سے آخر میں مسلمان ہونے والے صحابی ہیں اور انھوں خود خفین پر مسح کرنے کے بعد فرمایا کہ میں نے حضورﷺ کو بھی مسح فرماتے ہوئے دیکھا ہے، لہذا یہ دلیل ہے کہ خفین پر مسح کی احادیث منسوخ نہیں ہیں، امام ترمذیؒ نے لکھا ہے کہ اسی وجہ سے یہ حدیث محدثین کو بہت پسند تھی۔

عن همام بن الحارث، قال: بال جرير بن عبد الله، ثم توضّأ، ومَسَحَ على خفيه فقيل له: أتفعلُ هذا؟ قال: وما يمنعني، وقد رأيتُ رسولَ الله ﷺ يفعلُه، قال إبراهيم: وكان يعجبهم حديثُ جرير؛ لأن إسلامَه كان بعدَ نزول المائدة، ويروى عن شهر بن حوشب، قال: رأيتُ جريرَ بن عبد الله توضّأ، ومَسَحَ على خفيه فقلتُ له في ذلك، فقال: رأيتُ النبيَّ ﷺ توضّأ، ومَسَحَ على خفيه، فقلتُ له: أقبلَ المائدة، أم بعد المائدة؟ فقال: ما أسلمتُ إلا بعدَ المائدة. قال الترمذي: هذا حديث مفسِّر، لأن بعضَ مَن أنكر المسح على الخفين، تأوَّلَ أن مسح النبي ﷺ على الخفين، كان قبلَ نزول المائدة، وذكر جرير في حديثه: أنه رأى النبيَّ ﷺ مَسَحَ على الخفين بعدَ نزول المائدة.

(ترمذي، رقم: ۹۳، باب المسح على الخفين)

قال الإمام البخاري: قال إبراهيم: فكان يعجبهم؛ لأن جريراً كان من آخر مَن أسلَمَ. (البخاري، رقم: ۳۸۷، باب الصلاة في الخفاف)

وقد وَرَدَ مُوزِّعاً بحجة الوداع، رواه الطبراني في الأوسط عن محمد بن سيرين، عن جرير بن عبد الله البجلي: أنه كان مع رسول الله ﷺ في حجة الوداع، فلعب النبي ﷺ يتبرّز، فرجع فتوضأ، ومسح على خفيه.

(المعجم الأوسط، رقم: ۱۴۳۷)

چند اہم اقوال

مسح علی الخفین کی مشروعیت سے متعلق صحابہ کرام، تابعین، محدثین اور فقہائے کرام سے بہت سے اقوال مروی ہیں، ذیل میں چند اہم اقوال ذکر کیے جاتے ہیں:

حضرت علیؓ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر دین میں عقل کو دخل ہوتا، تو مسح کے لیے موزے کے نیچے حصے کو اوپر کے حصے پر ترجیح دی جاتی، مگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے موزے کے اوپر کے حصے پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔ (اس قول کی تشریح صفحہ نمبر پر دیکھیں)

حضرت حسن بصریؒ:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مختلف تعبیرات میں یہ بات منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ۷۰ رایسے بدری صحابہ سے ملاقات کی ہے، جو سب کے سب مسح علی الخفین کی حدیث بیان کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ:

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ مسح علی الخفین کی مشروعیت میں صحابہ کرام کے درمیان کوئی اختلاف نہیں تھا۔

امام ابوحنیفہؒ:

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ میں مسح علی الخفین کا اس وقت تک قائل نہیں ہوا جب تک میرے پاس روز روشن کی طرح اس کے دلائل نہیں پہنچ گئے۔

امام احمدؒ:

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ مسح علی الخفین کے سلسلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے چالیس مرفوع اور موقوف حدیثیں مروی ہیں۔

امام کرخیؒ:

امام کرخیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص خفین پر مسح کا قائل نہ ہو، اس پر کفر کا اندیشہ ہے؛ اس لیے کہ مسح کے جواز کی روایات شہرت وتواتر کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہیں، جن کا انکار موجب کفر ہے۔

حافظ ابن عبد البرؒ:

حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ بدر اور حدیبیہ میں شریک صحابہ کرام اور دیگر سارے مہاجرین وانصار صحابہ کرام، نیز تابعین اور فقہائے امت نے خفین پر مسح کیا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ:

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حفاظ کی ایک بڑی جماعت نے تصریح کی ہے کہ مسح علی الخفین کا حکم متواتر ہے اور بعض حضرات نے اس کے روایت کرنے والے صحابہؓ کو جمع کیا، تو وہ اسی (۸۰) سے زیادہ تھے، جن میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں۔

عن علي رضي الله عنه قال: لو كان الدين بالرأي لكان أسفل الخُفِّ أولى بالمسح من أعلاه، وقد رأيت رسولَ الله ﷺ يمسح على ظاهر خُفَّيه.

(أبو داود، رقم: ۱۶۲، باب كيف المسح) قال العسقلاني: رواه أبو داود بإسناد حسن

(بلوغ المرام: ۱/۲۰، ط: دار أطلس للنشر والتوزيع المملكة العربية السعودية)

قال البنوري: إن المسح على الخفين سنة قائمة، و شريعة صحيحة، لا ينكرها إلا مبتدع، وهو مذهب العلماء من السلف والخلف كافة، ونقل ابن المنذر عن ابن المبارك، قال: ليس في المسح على الخفين عن الصحابة اختلاف... وقد صرح جمع من الحفاظ بأن المسح على الخفين متواتر، فقال أحمد: فيه أربعون حديثاً عن الصحابة مرفوعة و موقوفة... وفي المصنف لابن أبي شيبة، و كذا في الأشراف لابن المنذر، و في الإمام لابن دقيق العيد: كلُّهم عن الحسن البصري، قال: حدثني سبعونَ من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه كان يَمسَحُ على الخفين، و ذكر أبو القاسم ابن منده أسماءَ مَن رَوَاه في تذكرته، فبلغ ثمانين صحابياً، كما في التلخيص، وفي الفتح الباري: وجمع بعضهم رواته، فجاوز الثمانين، ومنهم العشرة.

(معارف السنن: ۱/ ۳۳۱، باب المسح على الخفين، ط: ایچ ایم سعید، کراچی)

قال العيني في شرح الصحيح: وروي عن الحسن البصري أنه قال: أدركتُ سبعينَ بدرياً من الصحابة كلُّهم يَرى المسح على الخفين، ومن أجل ذلك رآه أبو حنيفة رحمه الله من شرائط أهل السنة والجماعة، فقال: نحن نُفضِّلُ الشيخين، ونُحِبُّ الخَتَنين، ونَرى المسح على الخفين، ومثله رُوي عن مالك بن أنس أيضاً، ورُوي عن الإمام أبي حنيفة أنه قال: ما قلتُ بالمسح على الخفين، حتى جاءني فيه مثلُ ضوء النهار. وقال أبو الحسن الكرخي: أخافُ الكفرَ على مَن لا يَرى المسح على الخفين، وحكاه في البحر من أبي حنيفة نفسه. قال العيني: قال أبو عمر ابن عبد البر: مَسَحَ على الخفين سائرُ أهل بدر، والحديبية، وغيرهم من المهاجرين والأنصار، وسائرُ الصَّحابة، والتابعين، وفقهاء المسلمين. (عمدة القاري: ۳/ ۹۸، ط: دار إحياء التراث العربي، بيروت، كذا في مرقاة المفاتيح: ۲/ ۴۷۲، ط: دار الفكر بيروت، فتح الباري: ۱/ ۳۰۵، ط: دار المعرفة بيروت، فتح القدير: ۱/ ۱۲۶، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت)

خفین پر مسح کرنا اہل السنۃ والجماعۃ کی ایک امتیازی علامت

علماء نے مسح علی الخفین کو اہل السنۃ والجماعۃ کی امتیازی علامتوں میں شمار کیا ہے؛ بلکہ ایک زمانے میں یہ اہل السنۃ کا شعار بن گیا تھا، حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا گیا کہ اہل السنۃ والجماعۃ کی علامات کیا ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ حضرات شیخین (حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) سے محبت رکھو اور دونوں دامادوں (حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہما) کے بارے میں زبان درازی نہ کرو، اور خفین پر مسح کیا کرو۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ سے بھی یہی منقول ہے۔

قال الحلبي: رُوِيَ عن أبي حنيفة أنه سُئلَ عن مذهب أهل السنّة والجماعة فقال: هو أن تُفضِّلَ الشيخين يعني: ابابكر وعمرَ على سائر الصحابة، وأن تُحبَّ الختنين يعني: عثمانَ وعلياً، وأن ترى المسحَ على الخفين، وهو أخذَه من قول أنس بن مالك: إنَّ من السّنة أن تُفضِّلَ الشيخين، وتُحبَّ الختنين، وترى المسحَ على الخُفَّين. (غنية المستملي، ص: ۱۰۴، ط: دار الكتاب، ديوبند، المحيط البرهاني: ۱/ ۱۶۷، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

خوارج اور فرقہ امامیہ کا قول

خوارج اور امامیہ فرقہ مسح علی الخفین کی مشروعیت کے منکر ہیں، لیکن ان کے اختلاف کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔

قال العيني: قالت الخوارج والإمامية: لا يجوز المسح على الخفين.

(البناية: ۱/ ۵۷٤، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

کیا امام مالکؒ کے نزدیک مسح ناجائز ہے؟

بعض حضرات نے امام مالکؒ کی طرف مسح علی الخفین کے عدم جواز کو

منسوب کیا ہے؛ لیکن وہ غلط ہے، چنانچہ مشہور مالکی علامہ باجیؒ نے اس کی صراحت کی ہے، مالکیہ کا راجح قول یہی ہے کہ مسح علی الخفین جائز ہے؛ البتہ بعض فروعی مسائل میں مالکیہ اور احناف کے درمیان اختلاف ہے۔

قال ابن عبد البر: لا أعلم روي عن أحد من فقهاء السلف إنكاره إلا عن مالك مع أن الروايات الصحيحة عنه مصرحة بإثباته اهـ قال البنوري: والمعروف المستقر عندهم الآن قولان: الجواز مطلقاً، وصححه الباجي، ونقله عن ابن وهب، وعن ابن نافع في المبسوطة.

(معارف السنن: ۱/۳۳۱، ط: ایچ ایم سعید، کراچی)

مسح علی الخفین کے منکر کا حکم

جو شخص مسح علی الخفین کا قائل نہ ہو، وہ فاسق و فاجر اور بدعتی ہے، ایسا شخص اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہے؛ بلکہ امام کرخیؒ کے نزدیک اُس کے کافر ہونے کا اندیشہ ہے۔

قال المرغيناني: إن من لم يره كان مبتدعاً. قال العيني: (حتى قيل: إن من لم يره كان مبتدعاً) ش: قال شيخ الإسلام خواهر زاده: ومعنى لم يره، أي: من لم يعتقد المسح كان مبتدعاً لمخالفة السنن المشهورة. والمبتدع: هو الذي يخرج عن مذهب أهل السنة والجماعة، وقد مر عن الكرخي أنه قال: من أنكر المسح يخاف عليه الكفر. (البناية مع الهداية: ۱/ ٥٧٤، ط: دار الكتب العلمية بيروت) قال الحصكفي: فمنكره مبتدع (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ٢٦٥، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ٤٣٦، زكريا ديوبند ۲/ ۱۸٥، ط: فرفور دمشق)

في الكافي: من لم يره يبدع، ومن رآه، ولم يمسح أخذا بالعزيمة يثاب، والثواب باعتبار النزع والغسل. (الفتاوى الهندية: ۱/ ٣٠، رقم: ٩٣٢، ط: زكريا ديوبند)

خفین پر مسح کی شرعی حیثیت

اگر کوئی شخص پیروں میں موزے پہنے ہوئے ہو، تو اس کے لیے وضوء میں پیروں کا دھونا فرض نہیں ہے؛ بلکہ صرف دونوں موزوں کا مسح کر لینا کافی ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص مسح کے بجائے موزے اتار کر پیر دھوتا ہے تو یہ بہتر ہے بشرطیکہ وہ مسح کو جائز سمجھتا ہو؛ البتہ خفین اتارے بغیر پیر دھونا ناجائز اور گناہ ہے۔ (اگرچہ ایسی صورت میں بھی غسل کا فرض اداء ہو جائے گا) اس لیے کہ خفین پہننے کی حالت میں عزیمت (پیر دھونا) مشروع نہیں ہے، ہاں خفین اتار کر پیر دھونا بلا شبہ ثواب کا باعث ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ اپنے خفین اتار کر پیر دھوئے، تو لوگوں نے اُن کو تعجب سے دیکھا، حضرت ابوایوبؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کو خود خفین پر مسح کرتے ہوئے دیکھا تھا؛ لیکن مجھے پیر دھونا زیادہ پسند ہے؛ یعنی: مسح علی الخفین کے جواز میں کوئی شبہ نہیں ہے؛ لیکن مجھے پیر دھونا زیادہ پسند ہے۔

قال الحصكفي: (وهو جائز) فالغسل أفضل... وفي "القهستاني": (أنه رخصة مسقطة للعزيمة، ولهذا لو صبّ الماء في خفّه بنية الغسل ينبغي أن يصير آثماً) قال ابن عابدين: (قوله: فالغسل أفضل) وجه التفريع أنه لو كان المسح أفضل، لكان المناسب أن يقول: وهو مستحب، فعدوله إلى قوله: (هو جائز) يفيد أن الغسل أفضل منه؛ لأنه أشقّ على البدن... ثم إنّ ما ذكره الشارح نقله "القهستانيّ" عن الكرمانيّ، ثم قال: (لكن في "المضمرات" وغيره: أن الغسل أفضل، وهو الصحيح كما في "الزاهدي". اهـ وفي "البحر" عن "التوشيح": (وهذا مذهبنا، وبه قال الشافعيّ ومالك...) (قوله: مسقطة للعزيمة) أي: مسقطة لمشروعيّتها، فلا تبقى العزيمة مشروعةً، فإذا أراد

تحصيلَ العزيمة مع بقاء سببِ الرّخصة يأثم... (قوله: ينبغي أن تصير آثما) أي: لما علمتَ من أنّ العزيمة لم تبق مشروعة ما دام متخفّفا، بخلاف ما إذا نزع وغسل لزوال سبب الرّخصة... فالمتخفّف ما دام متخفّفا، لا يجوز له الغسل، حتى إذا تكلّف، وغسل بلا نزع، أثم، وإن أجزأه عن الغسل، وإذا نزع وزال الرّخص صار الغسل مشروعا يثاب عليه. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۲۶۳، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۴۳۱، ط: زكريا ديوبند، ۲/ ۱۸۱، ط: فرفور دمشق)

وفي نسخة فرفور: وفي "د" زيادة: (قوله: وفي القهستاني الخ: عبارته: فإن قلت: كيف يكون الغسل أفضلَ، وفي الأصول أن المسح رخصة إسقاط، أي: رخصة مسقطة للعزيمة كقصر الصلاة؟ قلت: إنها رخصة إسقاط على التخفيف للتخفيف، ولهذا لو صبّ الماء في الخف بنية الغسل، ينبغي أن يصير آثما، لكن إذا نزع الخفّ، تصير العزيمة مشروعة؛ بل متعيّنة، ينال الأجر لزيادة المشقّة، وليس من رخصة التّرفيه؛ إذ المعنى رخصة مخفّفة لجواز التأخير عن وقته للمعذور، وإن كان الأفضل أن لا تؤخّر كقصر الصّلاة، فلو كان منها، لزم أن يكون غسل المتخفّف أفضلَ من مسحه، ولا يخفى ما في المقام من الكلام الوافي لتحقيق ما في الهداية والكافي، فمن قال: إن المسح رخصة ترفيه عندهما، فقد دلّ كلامه على بعد من فهم كلام الفحول، كما دلّ على قصر باعه في علم الأصول. انتهى، فراجعه.

(رد المحتار على الدر المختار: ۲/ ۱۸۲، ط: فرفور دمشق)

المسح على الخفين رخصة، ولو أتى بالعزيمة بعدما رأى جواز المسح، كان أولى. (الفتاوى الهندية: ۱/ ۳۲، ط: دار الفكر بيروت)

عن المسيّب بن رافع، عن علي بن الصّلت، قال: رأيت أبا أيوب نزع خفّيه، فنظروا إليه، فقال: أما إني قد رأيت رسول الله ﷺ يمسح عليهما، ولكني

حُبِّبَ إليَّ الوَضوءُ. (المعجم الكبير للطبراني رقم: ٣٠٣٩)

قال العثماني التهانوي: وجه الدلالة أن أبا أيوب رضي الله عنه لما قال: حُبِّبَ إليَّ الوَضوءُ، فُهِمَ منه استحبابُ الوَضوءِ أي: استحبابُ غَسلِ القدمين، فإنه يستحيلُ أن يكون ما هو خلاف السنة محبوبًا للأتقياء، فلا جَرَمَ أنه كان عنده علمُ استحباب غَسل القدمين وجوازِ مسح الخفين، فعَمِلَ بالعزيمة، وأمَرَ غيرَه بالجواز، فلا تعارُضَ بين قوله وفعله، فافهم.

(إعلاء السنن: ١/٣٣٩، ط: إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچي، اشرفية ديوبند)

تحقیق عثمانی

علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے قول سے معلوم ہوگیا کہ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے، لیکن پیر دھونا مستحب ہے، اس لیے کہ کسی صحابی کو خلافِ سنت عمل محبوب نہیں ہوسکتا، پس بلاشبہ حضرت ابو ایوبؓ کو دونوں حکم معلوم تھے کہ پیروں کا دھونا مستحب ہے اور موزوں پر مسح کرنا جائز ہے، لہٰذا انھوں نے خود مستحب پر عمل کیا اور سوال کرنے والے کو مسح کا جائز ہونا بھی بتادیا۔

(اعلاء السنن: ۳۳۹، ط: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، کراچی، اشرفیہ، دیوبند)

تحقیق شامی

فقہاء کے قول:

المسحُ على الخفين رخصة مُسقِطَة للعزيمة کی تشریح

اصل مسئلہ

احناف کا راجح قول یہ ہے کہ اگر کوئی شخص وضوء کے وقت خفین اتار کر پیر دھوتا ہے، تو یہ افضل اور ثواب کا باعث ہے، لیکن اگر کوئی شخص خفین اتارے بغیر مسح کے

بجائے پیر دھوتا ہے، تو احناف کے نزدیک ایسا کرنا گناہ ہے۔

مسح علی الخفین کے باب میں یہ مسئلہ اہمیت کا حامل ہے، اس سلسلے میں فقہائے احناف کی عبارتیں متعارض ہیں، علامہ شامیؒ نے سب عبارتوں کا جائزہ لے کر راجح قول کی تعیین فرمائی ہے، مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر متعلقہ کتابوں کی مراجعت کے بعد بحث کا خلاصہ پیش ہے:

اشکال

صاحب درر الحکام ملا خسرو کے بقول کافی میں اس پر یہ اشکال نقل کیا گیا ہے کہ اہل اصول نے مسح علی الخفین کے حکم کو رخصت اسقاط قرار دیا ہے اور رخصت اسقاط میں عزیمت مشروع نہیں ہوتی اور عزیمت پر عمل کرنے سے ثواب بھی نہیں ملتا ہے، لہذا خفین پہننے کے بعد اتار کر مسح کرنے میں بھی ثواب نہیں ملنا چاہیے۔

جواب

فقہائے احناف میں سے سب سے پہلے حاکم شہیدؒ نے کافی میں اس کا جواب دیا ہے، بعد میں اسی جواب کو ملا خسروؒ، علامہ عینیؒ، علامہ ابن نجیمؒ، علامہ ابن امیر الحاج اور علامہ شامیؒ وغیرہ نے مختلف تعبیرات میں اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

مسح علی الخفین کے رخصت اسقاط ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خفین پہننے کی صورت میں عزیمت (پیر دھونا) مشروع نہیں ہے، اگر کوئی پیر دھوئے گا، تو گنہگار ہوگا، اگرچہ دھونے سے غسل کا فرض ادا ہو جائے گا؛ لیکن اگر کسی نے خفین اتار دیے، تو چونکہ رخصت کا سبب زائل ہو گیا لہذا اب دھونا مشروع ہوگا اور اس میں ثواب ملے گا، اور ثواب ملنے کی وجہ خفین اتارنے اور دھونے کی مشقت ہے۔

اس توجیہ پر علامہ عینیؒ نے اشکال کیا، جس کے جواب اور جواب الجواب میں فقہائے احناف کے درمیان اختلاف ہو گیا، جس کو علامہ شامیؒ نے رد

المختار اور پھر البحر الرائق کے حاشیہ منحۃ الخالق میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے اور فقہاء کے اقوال کا جائزہ لیتے ہوئے قول راجح کی وضاحت فرمائی ہے۔

علامہ شامیؒ نے اپنی بحث میں رخصت کی تعریف اور اس کی قسمیں ذکر کی ہیں، پہلے ہم بطور تمہید اس کو ذکر کرتے ہیں اس کے بعد ہر فقیہ کی رائے الگ الگ پیش کریں گے۔

رخصت کی قسمیں:

اہل اصول کے نزدیک رخصت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) رخصت اسقاط (۲) رخصت ترفیہ

رخصت اسقاط

رخصت اسقاط ایسی رخصت کو کہتے ہیں، جس میں اصل حکم کی مشروعیت باقی نہیں رہتی؛ بلکہ شارع کی طرف سے رخصت والا حکم ہی عمل کے لیے متعین ہوتا ہے، لہذا اگر کوئی شخص رخصت کا سبب پائے جانے کے باوجود رخصت پر عمل نہ کرے اور اصل حکم پر عمل کرے، تو وہ شارع کی نظر میں گنہگار ہوگا، جیسے: حالت سفر میں قصر کا حکم رخصت اسقاط ہے، اس لیے اگر کوئی شخص سفر میں قصر کے بجائے اتمام کرے، تو اس کے عمل کو گناہ قرار دیا جائے گا، اسی طرح خفین پر مسح کا حکم رخصت اسقاط ہے۔

رخصت ترفیہ

رخصت ترفیہ ایسی رخصت کو کہتے ہیں جس میں اصل حکم، یعنی عزیمت کی مشروعیت باقی رہتی ہے اور مکلف کو رخصت وعزیمت دونوں پر عمل کرنے کا اختیار رہتا ہے، جیسے سفر کی حالت میں روزہ رکھنا، رخصت ترفیہ میں عزیمت پر عمل کرنا افضل ہے۔

فائدہ

اہل اصول، جیسے علامہ نسفی، علامہ حسام الدین الاخسیکثی، علامہ ابن امیر الحاج وغیرہ نے مسح علی الخفین کے حکم کو رخصت اسقاط قرار دیا ہے۔

(منتخب الحسامی مع شرحه النامی: ۱۲۳/۲، فصل في العزيمة والرخصة، ط: مكتبة البشرى، كراچي، التقرير والتحبير: ۱۵۱/۲، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

علامہ زیلعیؒ:

فقہائے احناف میں سے علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں کہ مسح علی الخفین کو رخصت اسقاط قرار دینا ہی غلط ہے، انھوں نے لکھا ہے کہ اہل اصول سے رخصت اسقاط کی مثالوں میں مسح علی الخفین کو داخل کرنے میں چوک ہوئی ہے اور رخصت اسقاط کی جو توضیح کافی میں بیان کی گئی ہے، وہ صحیح نہیں ہے، یعنی خفین پہننے کی صورت میں پیروں کو دھونے کی مشروعیت کا انکار کرنا صحیح نہیں ہے، صحیح بات یہ ہے کہ خفین پہننے کی حالت میں بھی عزیمت مشروع ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ فقہاء نے یہ جزئیہ ذکر کیا ہے کہ اگر کسی شخص کے خفین میں پانی چلا جائے، تو اس کا مسح باطل ہوجائے گا، اسی طرح اگر کسی نے خفین اتارے بغیر پیر دھولیے، تو دھونے کا فرض ادا ہوجائے گا، ان دو مسئلوں سے معلوم ہوا کہ خفین پہننے کی صورت میں عزیمت پر عمل کرنا مشروع ہے، لہذا خفین پہننے کی صورت میں پیر دھونے کو گناہ قرار دینا اور خفین اتار کر پیر دھونے کو عزیمت قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

علامہ ابن الہمامؒ:

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ علامہ زیلعیؒ نے جن مذکورہ دو مسئلوں پر اپنے دعوی کی بنیاد رکھی ہے، علامہ ابن الہمامؒ نے ان دونوں مسئلوں ہی کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے، انھوں نے فرمایا ہے کہ احناف کا اس پر اتفاق ہے کہ شریعت میں خفین کی حیثیت یہ ہے کہ وہ حدث کے قدم تک سرایت کرنے کے لیے مانع ہے، لہذا قدم اپنی طہارت پر باقی رہے گا، حدث کا تعلق صرف خفین سے ہوگا، اسی وجہ سے حدث صرف مسح سے زائل ہوجاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ خفین پہننے کی حالت میں پیر کا دھونا اور نہ دھونا برابر ہے، اس معنی کر کہ حدث کو زائل کرنے سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، لہذا علامہ زیلعیؒ نے جو دو مسئلے ذکر کیے ہیں، وہ صحیح نہیں ہیں۔

علامہ شرنبلالیؒ

علامہ شرنبلالیؒ نے درر الحکام کے حاشیہ میں علامہ ابن الہمام کے مذکورہ

قول پر تفصیلی کلام کیا ہے اور فتح حنفی کی اعلاء السنن سے دونوں مسئلوں کو صحیح قرار دیا ہے، علامہ شامیؒ نے بھی منحۃ الخالق میں شرنبلالی کی بات نقل کی ہے۔

ملا خسروؒ

ملا خسروؒ نے اگرچہ دونوں مسئلوں کو صحیح قرار دیا ہے؛ لیکن ان دو مسئلوں پر متفرع علامہ زیلعی کی بحث سے اختلاف کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مشروعیت کی دو قسمیں ہیں: مشروعیت بمعنی صحت اور مشروعیت بمعنی حلت، فقہاء کے قول **ان المسح رخصة مسقطة لمشروعية العزيمة** میں مشروعیت سے حلت مراد ہے، جو حرام کے مقابل آتی ہے، مشروعیت بمعنی صحت مراد نہیں ہے، جو بطلان کے مقابلے میں آتی ہے اور کسی چیز کا حرام ہونا اس کے صحت کے منافی نہیں ہے، لہذا خفین پہننے کی حالت میں پیر دھونا جو مشروع نہیں ہے، اس سے مراد عدم جواز ہے، اگر کوئی دھوئے گا، تو گنہگار ہوگا، اگرچہ دھونے سے فرض ادا ہو جائے گا؛ لیکن اگر کسی نے خفین اتار دیے تو چونکہ رخصت کا سبب زائل ہو گیا، لہذا اب دھونا مشروع ہوگا اور اس میں ثواب ملے گا، اور ثواب ملنے کی وجہ خفین اتارنے اور دھونے کی مشقت ہے۔

علامہ حلبیؒ:

علامہ حلبیؒ نے کبیری میں علامہ زیلعی کی موافقت میں بہت تفصیلی کلام کیا ہے اور اس پر سخت اعتراض کیا ہے کہ یہاں مشروعیت سے حلت مراد ہے، علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ علامہ حلبیؒ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ وہ مسح علی الخفین کو رخصت ترفیہ قرار دیتے ہیں، جس میں رخصت کا سبب پائے جانے کے باوجود عزیمت پر عمل کرنا مشروع ہوتا ہے، جیسا کہ مسافر کے لیے حالت سفر میں روزہ رکھنا نہ صرف جائز؛ بلکہ ثواب ہے، لہذا خفین پہننے کی حالت میں پیر دھونا بھی نہ صرف مشروع ہوگا؛ بلکہ باعث ثواب ہوگا۔

علامہ شامیؒ کی رائے

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ علامہ زیلعی اور علامہ حلبی کی بات اشکال سے

خالی نہیں، اس لیے کہ اگر مسح علی الخفین کو رخصت ترفیہ قرار دیا جائے گا، تو اس کا مطلب یہ نکلے گا کہ سببِ رخصت پائے جانے کے باوجود عزیمت پر عمل کرنا بہتر ہے، جیسے کہ دورانِ سفر روزہ رکھنا، حالانکہ خفین پہننے کی حالت میں پیروں کے دھونے کو افضل قرار نہیں دیا جا سکتا، اسی وجہ سے علامہ قہستانی نے مختصر الوقایہ کی شرح میں واضح لفظوں میں مسح علی الخفین کی رخصت کو رخصت ترفیہ قرار دینے سے صاف انکار کیا، لہٰذا صحیح بات یہی ہے کہ مسح علی الخفین کی رخصت، رخصت اسقاط ہے، اہل اصول کا رخصت اسقاط کی مثال میں اس کو ذکر کرنا بالکل صحیح ہے اور فقہائے احناف کے ذکر کردہ مسئلے اور اہل اصول کے کلام میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

خلاصہ

اگر کوئی شخص وضوء کے وقت خفین اتار کر پیر دھوتا ہے، تو راجح قول کے مطابق یہ افضل اور ثواب کا باعث ہے؛ اہل اصول نے مسح علی الخفین کو جو رخصت اسقاط قرار دیا ہے، ان کے قول اور مذکورہ مسئلے میں کوئی تعارض نہیں ہے، اس لیے کہ ان کے قول کا محمل وہ صورت ہے جب کہ خفین پہن کر کوئی شخص مسح کے بجائے پیر دھوئے، اس صورت میں عزیمت مشروع نہیں ہے؛ لیکن خفین اتار کر پیر دھونے میں چونکہ سببِ رخصت زائل ہو گیا، اس لیے عزیمت مشروع ہو گی، علامہ زیلعی نے احناف کے دو مسئلے ذکر کر کے اہل اصول پر رد کیا ہے، جس کے جواب میں علامہ ابن الہمام نے ان دو مسئلوں کی صحت ہی کو تسلیم نہیں کیا؛ لیکن علامہ شرنبلالی، ملا خسرو اور دیگر فقہائے احناف نے دونوں مسئلوں کی صحت کو تسلیم کرتے ہوئے علامہ زیلعی کے اشکال کا جواب دیا ہے، جس پر علامہ حلبی نے اشکال کرتے ہوئے زیلعی ہی کی بات کو راجح قرار دیا، پھر آخر میں علامہ شامی نے علامہ حلبی اور علامہ زیلعی دونوں پر سخت رد کیا اور ملا خسرو اور اہل اصول ہی کی بات کو راجح قرار دیا۔

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۲۶۳، کتاب المسح علی الخفین، ط:

دار الفكر بيروت، ۱/۳۳۲، ط: زکریا، دیوبند، ۲/۱۸۳، ط: فرفور، دمشق، منحة الخالق على البحر الرائق: ۱/۱۷۵، باب المسح على الخفين، ط: دار الكتاب الإسلامي، ۱/۲۹۱، ط: زکریا، دیوبند، درر الحكام شرح غرر الأحكام: ۱/۳۳، ط: دار إحياء الكتب العربية، تبيين الحقائق: ۱/۴۲، ط: المطبعة الكبرى الأميرية، بولاق)

مسح علی الخفین کی حکمت

وضو کے وقت موزے اتار کر پیروں کے دھونے اور پھر موزوں کے پہننے میں چونکہ مشقت ہوتی ہے، خصوصاً عجلت کے اوقات میں اور ایسے ممالک میں جہاں موزے پہننے کا عموماً دستور ہے، اس لیے منعم حقیقی اللہ جل شانہ نے محض اپنے لطف و کرم سے اس مشقت کو معاف فرما دیا اور بجائے اس کے صرف ایک ایک مرتبہ دونوں موزوں کے مسح کو جائز قرار دیدیا، تاکہ بندہ سہولت کے ساتھ اپنے رب کی زیادہ سے زیادہ عبادت کر سکے، موزوں کا مسح اسی امت کے ساتھ خاص ہے، پچھلی امتیں اس انعام میں شریک نہیں ہوئیں۔

قال الملا علي القاري: ثم قيل: هو من خصائص هذه الأمة، ورخصة شُرِعت ارتفاقًا؛ ليتمكّن العبد منها من الاستكثار من عبادة ربّه، والتردُّد في حوائج معاشه، أو لدفع الحرج المنفي عن هذه الأمة؛ لقوله تعالى: "{وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ} (مرقاة المفاتيح: ۲/۴۷۲، ط: دار الفكر بيروت، لبنان)

قال الدهلوي: لما كان مبنى الوضوء على غسل الأعضاء الظاهرة التي تسرع إليها الأوساخ، وكانت الرجلان تدخلان عند لبس الخفين في الأعضاء الباطنة، وكان لبسهما عادة متعارفة عندهم، ولا يخلو الأمر بخلعهما عند كل صلاة من حرج، سقط غسلهما عند لبسهما في الجملة.

(حجة الله البالغة: ۱/۳۰۱، المسح على الخفين، ط: دار الجيل، بيروت، لبنان)

نیچے کی جانب مسح نہ کرنے کی حکمت

اگر مسح خفین کے نیچے کی جانب مشروع ہوتا، تو بڑا حرج ہوتا؛ کیونکہ نیچے کی جانب مسح کرنے سے زمین پر چلتے وقت موزے گرد آلود ہو جاتے۔

قال الدهلوي: لما كانَ المسح إبقاءً لنموذجِ الغسل لا يزادونه إلّا ذلكَ، وكانَ الأسفلُ مظنّةً لتلويث الخفّين عند المشي في الأرض، كانَ المسح على ظاهرهما دون باطنهما معقولا أو موافقا بالرأي.

(حجة الله البالغة: ۱/۳۰۱، المسح على الخفين، ط: دار الجيل بيروت، لبنان)

کیا خفین کے ظاہری حصے پر مسح کرنا خلافِ عقل ہے؟

قبل میں حضرت علیؓ کا یہ ارشاد گذر چکا ہے کہ اگر دین میں عقل کو دخل ہوتا، تو مسح کے لیے موزے کے نچلے حصے کو اوپر کے حصے پر ترجیح دی جاتی؛ مگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو موزے کے اوپر کے حصے پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔

اس قول سے بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ خفین کے ظاہری حصے پر مسح کرنے کا حکم عقل کے خلاف ہے؛ لیکن حضرت علیؓ کے مذکورہ قول کا مطلب دوسرا ہے، جس کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ میں اجمالاً ذکر فرمایا ہے اور حضرت مفتی سعید صاحب پالن پوری مدظلہ نے رحمۃ اللہ الواسعہ میں اس کی بہت عمدہ تشریح فرمائی ہے، مفتی صاحب لکھتے ہیں: موزوں کے نیچے مسح کرنا قیاس جلی ہے؛ کیونکہ وہی حصہ گرد و غبار سے ملوث ہوتا ہے؛ پس اسی کو صاف کرنا چاہیے؛ مگر قیاس جلی گو فہم کے اعتبار سے واضح ہوتا ہے؛ مگر اثر کے اعتبار سے ضعیف ہوتا ہے، غور فرمائیں! مذکورہ بات اس وقت معقول تھی جب کہ خشک ہاتھ سے گرد جھاڑی جاتی؛ مگر مسح بھیگا ہوا ہاتھ عضو پر پھیرنے کا نام ہے، پس نیچے مسح کرنے سے وہ حصہ

بھیگ جائے گا، پھر آدمی جب چلے گا، تو وہ حصہ گندہ ہوگا اور بارش سے بھاگا اور پرنالے کے نیچے کھڑا ہو گیا والی کہاوت صادق آئے گی، نیز نیچے مسح کرنا دھونے کا نمونہ بھی نہیں بنے گا؛ کیونکہ وہ مسح آنکھوں سے مستور ہوگا اور موزوں پر مسح کرنا استحسان ہے، استحسان بھی قیاس ہی ہوتا ہے، مگر وہ قیاس خفی ہوتا ہے، جو فہم کے اعتبار سے تو دقیق ہوتا ہے، مگر اثر کے اعتبار سے قوی ہوتا اور قوت اثر یہ ہے کہ اوپر مسح کرنا دھونے کا نمونہ بنے گا اور چلنے سے وہ حصہ گندا بھی نہیں ہوگا، پس ظاہر خف پر ہی مسح عقل کے موافق ہے اور حضرت علیؓ احکام شرعیہ کے اسرار و رموز بخوبی جانتے تھے، اُن کے ارشادات اور خطابات اس کی واضح دلیل ہیں، اُن کے نزدیک بھی مسح ظاہر خف ہی پر اصل تھا؛ مگر آپؓ نے چاہا کہ لوگ عقل کا گھوڑا نہ دوڑائیں، اس لیے آپ نے رائے کی راہ مسدود کرتے ہوئے مذکورہ بات فرمائی، تاکہ لوگ احکام شرعیہ میں رائے زنی کر کے اپنا دین بگاڑ نہ لیں۔

(رحمۃ اللہ الواسعۃ: ۳/۱۹۸، ط: زمزم پبلشرز، کراچی)

قال الدهلوي: وَقَالَ عَلِيٌ رَضِيَ اللهُ عَنهُ: لَو كَانَ الدِّينُ بِالرَّأيِ لَكَانَ أَسْفَلُ الخُفِّ أَولَى بِالْمَسْحِ مِن أَعْلَاهُ. أَقُولُ: لَمَّا كَانَ الْمَسْحُ إِبْقَاءً لِنَمُوذَجِ الغَسْلِ لَا يُرَادُ مِنْهُ إِلَّا ذَلِكَ، وَكَانَ الأَسْفَلُ مَظِنَّةً لِتَلوِيثِ الخُفِّ عِندَ الْمَشْيِ فِي الأَرضِ، كَانَ الْمَسْحُ عَلَى ظَاهِرِهِمَا دُونَ بَاطِنِهِمَا مَعْقُولًا وَمُوَافِقًا بِالرَّأيِ، وَكَانَ رَضِيَ اللهُ عَنهُ مِن أَعْلَمِ النَّاسِ بِعِلمِ مَعَانِي الشَّرَائِعِ كَمَا يَظْهَرُ مِن كَلَامِهِ وَخُطَبِهِ، لَكِن أَرَادَ أَن يَسُدَّ مَدْخَلَ الرَّأيِ، لِئَلَّا يُفسِدَ العَامَّةُ عَلَى أَنفُسِهِم دِينَهُم.

(حجة الله البالغة: ۱/۳۰۱، المسح على الخفين، ط: دار الجيل بيروت، لبنان)

☆

دوسرا باب
مسح سے متعلق متفرق مسائل

مسح علی الخفین کی تعریف

شریعت میں مسح علی الخفین کی تعریف یہ ہے کہ مخصوص موزے کو مخصوص اوقات میں (پانی سے) تری پہنچانا۔

قال الحصكفي :وشرعاً: إصابة البلّة لخفّ مخصوص في زمن مخصوص. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۶۱/۱، ط:دار الفكر بيروت، ۴۳۶/۱، ط:زكريا ديوبند، ۱۷۳/۲، ط:فرفور دمشق)

مسح کی فرض مقدار

انگلیوں کے مقام سے تسمہ باندھنے کی جگہ تک ہاتھ کی چھوٹی تین انگلیوں کے بقدر لمبائی اور چوڑائی دونوں اعتبار سے ہر موزے کا تر ہونا فرض ہے، اس سے کم میں مسح درست نہیں ہوگا۔ تسمہ باندھنے کی جگہ وہ ہڈی ہے، جو پیر کی پشت پر بیچ میں اٹھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

قال الحصكفي: (وفرضه) عملاً (قدر ثلاث أصابع اليد) أصغرها طولاً وعرضاً من كلّ رجل. قال ابن عابدين: (قوله: قدر ثلاث أصابع) أشار إلى أن الأصابع غير شرط، وإنما الشرط قدرها، "شرنبلالية". (قوله: طولاً وعرضاً) كذا في شرح المنية أي: فرضه قدر طول الثلاث أصابع وعرضها.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۲۷۴/۱، ط:دار الفكر بيروت، ۴۵۸/۱، ط:زكريا، ديوبند، ۲۰۵/۲، ط:فرفور دمشق)

وقال الحصكفي: ومحله (على ظاهر خفيه) من رؤوس أصابعه إلى

معقد الشراک۔ قال ابن عابدين: (قوله إلى معقد الشراك) أي المحل الذي يعقد عليه شراك النعل بالكسر أي سيرها فالمراد به المفصل الذي في وسط القدم ويسمى كعبا، ومنه قولهم في الإحرام: يقطع الخفين أسفل من الكعبين، ثم إن قوله من رءوس أصابعه إلى معقد الشراك هو عبارة المجتبى كما قدمناه، والمراد به بيان محل الفرض اللازم، وإلا فالسنة أن ينتهي إلى أصل الساق كما قدمناه عن شرح الجامع، فلا مخالفة بينهما كما لا يخفى فافهم.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۲٦٧/١، ط: دار الفكر بيروت، ٣٣٨/١، ط: زكريا، ديوبند، ١٩١/٢، ط: فرفور دمشق)

قال ابن مازه: وكان الفقيه أبو بكر الرازي رحمه الله يقول: التقدير بثلاثة أصابع اليد اعتبار الآلة المسح، وهو رواية الحسن عن أبي حنيفة رحمه الله. (المحيط البرهاني: ١٦٨/١، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

قال ابن نجيم: (قوله: بثلاث أصابع) بيان لمقدار آلة المسح بطريق المنطوق، ولبيان قدر الممسوح بطريق اللزوم، وأراد أصابع اليد لما ذكره في المستصفى... (وهو: واستدلّ المصنّف في المستصفى بأن النبيّ - ﷺ - رأى رجلاً يغسِلُ خُفَّيه فقال - ﷺ - إنما يكفيك مسح ثلاثة أصابع (كذا أطلقه غيرُ واحد من مشايخ المذهب، وعزاه في الخلاصة إلى أبي بكر الرازي، وفي الاختيار وغيره إلى محمد - رحمه الله - وقيّدها قاضي خان بكونها من أصغر أصابع اليد، وقال الكرخي: ثلاث أصابع من أصابع الرِّجل، والأوّل أصحّ، كذا في كثير من الكتب؛ لأن اليد آلة المسح، والثلاثة أكثر أصابعها.

(البحر الرائق: ١٨٢/١، ط: دار الكتاب الإسلامي)

(ومنها) أن يكون الممسوح من ظاهر كلّ خفّ مقدار ثلاث أصابع اليد على الأصحّ، هكذا في محيط السرخسي، أصغرها. هكذا في فتاوى قاضي

خان۔(ومنها) أن يكون المسح بثلاث أصابع، وهو الصحيح. هكذا في الكافي. (الفتاوى الهندية: ۱/ ۳۲، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۸۶، ط: اتحاد/ زكريا، ديوبند)

ایک موزے پر دو انگلیوں اور دوسرے پر چار انگلیوں کے بقدر مسح

اگر ایک پاؤں پر دو انگلیوں کے بقدر مسح کیا اور دوسرے پر چار یا پانچ انگلیوں کے بقدر، تو مسح کا فرض ادا نہیں ہوگا، ہر موزے پر الگ الگ تین انگلیوں کے بقدر مسح ضروری ہے۔

قال ابن عابدين: (قوله: من كل رجل) أي: فرض هذا القدر كائنا من كلّ رجل على حدَة. قال في الدُرر: (حتى لو مَسَحَ على إحدى رِجلَيه مقدارَ أصبعين، وعلى الأخرى مقدارَ خمس أصابع، لَم يَجُز)

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۲۷۲، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۴۵۸، ط: زكريا، ديوبند، ۲/ ۲۰۶، ط: فرفور، دمشق)

ولو مَسَحَ على رِجل قدرَ أصبعين، وعلى أخرى قدرَ خمسة، لم يجز. كذا في فتح القدير.

(الفتاوى الهندية: ۱/ ۳۲، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۸۶، ط: اتحاد/ زكريا، ديوبند)

خفین پر مسح کا مسنون طریقہ

خفین پر مسح کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو غیر مستعمل پانی سے تر کرکے داہنے ہاتھ کی انگلیاں تھوڑی کشادہ کرکے داہنے موزے کے سرے پر اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں تھوڑی کشادہ کرکے بائیں موزے کے سرے پر رکھ لی جائیں اور انگلیوں پوری پوری رکھی جائیں، صرف سرا نہ رکھا جائے، پھر ایک ساتھ انگلیوں کو ٹخنوں سے اوپر پنڈلی کی جڑ تک ایک بار کھینچ لیا جائے، اس طرح کہ موزے پر پانی

کی لکیریں بن جائیں اور انگلیوں کے ساتھ ہتھیلی بھی شامل کر لینا، یعنی: پورے ہاتھ سے مسح کرنا زیادہ بہتر ہے۔

مسح کے سنن و مستحبات

مذکورہ طریقے سے معلوم ہوا کہ خفین کے مسح میں دس چیزیں مسنون و مستحب ہیں:

۱- ہاتھ سے مسح کرنا نہ کہ کسی اور چیز سے۔

۲- مسح کرتے وقت ہاتھ کی انگلیوں کو تھوڑا کشادہ رکھنا۔

۳- انگلیوں کو موزوں پر رکھ کر اس طرح کھینچنا کہ موزوں پر خطوط کھنچ جائیں۔

۴- مسح پیر کی انگلیوں کی طرف سے شروع کرنا نہ کہ پنڈلی کی طرف سے۔

۵- مسح پنڈلی کی جڑ تک کرنا، اس سے کم نہیں۔

۶- ایک ہی ساتھ دونوں موزوں کا مسح کرنا۔

۷- داہنے ہاتھ سے داہنے موزے کا مسح کرنا اور بائیں ہاتھ سے بائیں موزے کا۔

۸- ہاتھ کے اندرونی حصے سے مسح کرنا۔

۹- پورے ہاتھ سے مسح کرنا۔

۱۰- ایک بار مسح کرنا۔

عن المغيرة بن شعبة قال: رأيت رسولَ الله ﷺ بَالَ، ثم جاء، حتى توضأ ومَسَحَ على خفَّيه، ووَضَعَ يدَه اليمنى على خُفِّه الأيمن، ويدَه اليسرى على خُفِّه الأيسر، ثم مَسَحَ أعلاهما مَسْحَةً واحدةً، حتى كأني أنظُرُ إلى أصابع رسول الله ﷺ على الخفين. (مصنف ابن ابي شيبة رقم: ۱۹۵۷) قال العثماني التهانوي: رجالُه رجالُ الجماعة.

(إعلاء السنن: ۱/ ۳۴۵، ط: إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچي، أشرفية ديوبند)

قال الحصكفي : والسنة أن يخطه خطوطاً بأصابع يد مفرّجة قليلاً يبدأ من قبل أصابع رجله متوجهاً إلى أصل الساق الخ. قال ابن عابدين : وكيفيته. كما ذكره قاضي خان في شرح الجامع الصغير : (أن يضع أصابع يده اليمنى على مقدّم خفّه الأيمن، وأصابع يده اليسرى على مقدّم خفّه الأيسر من قبل الأصابع، فإذا تمكّنت الأصابع، يمدّها حتى ينتهي إلى أصل الساق فوق الكعبين؛ لأن الكعبين يلحقهما فرض الغسل، ويلحقهما سنة المسح، وإن وضع الكفّين مع الأصابع، كان أحسن، هكذا روي عن محمد). اهـ

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۲٦۷، ط: دار الفكر بيروت، ۱/۳۸، ط: زكريا، ديوبند، ۲/۱۹۰، ط: فرفور دمشق)

قال ابن مازة: ويبدأ من قبل الأصابع، فيضع أصابع يده اليمنى على مقدّم خفّه الأيمن، ويضع أصابع يده اليسرى على مقدّم خفّه الأيسر، ويمدّهما إلى أصل الساق، هكذا روى مغيرة بن شعبة فعل رسول الله ﷺ والمعنى: أن المسح قائم مقام الغسل، والسنة في الغسل: البداية من قبل الأصابع، فكذلك في المسح. وعن محمد رحمه الله: أنه سئل عن المسح على الخفين، فقال: أن يضع أصابع يديه على مقدّم خفيه ويجافي كفّيه ويمدّهما إلى الساق أو يضع كفّيه مع الأصابع، ويمدّهما جملة، قال محمد رحمه الله: كلاهما حسن، قال شمس الأئمة الحلواني رحمه الله: والأحسن تحصيل المسح بجميع اليد.

(المحيط البرهاني: ۱/۱٦۷، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

وقال الحلبي: ويستحبّ أن يكون المسح خطوطاً بالأصابع، لما في "أوسط الطبراني" من طريق جرير بن يزيد، عن محمد بن المنكدر عن جابر قال: مرّ رسول الله ﷺ برجل يتوضّأ، فغسل خفّيه، فنخسه برجله، وقال: ليس هكذا السنّة، أمرنا بالمسح هكذا، ثم أراه بيده من مقدّم الخفّين إلى أصل

الساق مرّۃً، وفرّج بین أصابعہ۔ قال الطبراني: لا یُروٰی عن جابر إلا بھذا الإسناد، وفي الإمام: روی ابن المنذر عن عمر بن الخطاب أنہ مسح علی خفیہ، حتی رُؤِيَ آثار أصابعہ علی خفیہ خطوطا، ورُؤِيَ آثار أصابع قیس بن سعد علی الخف. لو وضع الكفّ، ومدّھا أو وضع الأصابع مع الكف، ومدّھا، فكلاھما حسن، والأحسن أن یمسح بجمیع الید، كذا في الخلاصۃ وغیرھا. ویستحب أن یبدأ من قبل الأصابع، ویمدّ إلی الساق اعتبارا بالغسل، فإن المستحب فیہ ذلك، ولما تقدّم في حدیث الطبراني. والمستحب أن یمسح بباطن الكف؛ لأنہ المتوارث... (غنیۃ المستملي، ص: ۱۹۵، ط: دار الكتاب، دیوبند)

وكیفیۃ المسح أن یضع أصابع یدہ الیمنی علی مقدّم خفہ الأیمن، ویضع أصابع یدہ الیسری علی مقدّم خفہ الأیسر، ویمدّھما إلی الساق فوق الكعبین، ویفرّج بین أصابعہ. ھكذا في فتاوی قاضي خان... ھذا بیان السنۃ.

(الفتاوی الھندیۃ: ۱/ ۳۳، ط: دار الفكر، بیروت، ۱/ ۸۱، ط: اتحاد/ زكریا، دیوبند)

مسح میں نیت کا حکم

مسح میں نیت کرنا شرط نہیں ہے، لہٰذا کسی نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا اور اس نے وضوء میں سکھانے کی نیت کی، طہارت کی نیت نہیں کی، تب بھی مسح صحیح ہو جائے گا۔

ولا تشترط النیۃ للمسح علی الخفین، وھو الصحیح، ھكذا في فتح القدیر. فلو توضّأ، ومسح علی الخفّین، ونوی التعلیم دون الطھارۃ؛ یصحّ، كذا في الخلاصۃ.

(الفتاوی الھندیۃ: ۱/ ۳۳، ط: دار الفكر، بیروت، ۱/ ۸۲، ط: اتحاد/ زكریا، دیوبند)

والنیۃ لیس بشرط لجواز المسح علی الخفین، حتی أن من قال لغیرہ:

علمني الوضوء، والمسح على الخفين، فتوضأ ذلك الغير، ومسح على الخفين، وكان قصده التعليم، جاز عندنا.

(التاتارخانية: ۱/۳۱۳، رقم: ۱۹۹، ط: زكريا، ديوبند)

مسح میں تکرار

خفین کے مسح میں تکرار (دو یا تین مرتبہ کرنا) مشروع نہیں ہے، صرف ایک مرتبہ مسح کرنا مسنون ہے۔

قال السرخسي: (ومَسْح الخفِّ مرةً واحدةً)...(ولنا) حديثُ المغيرة بن شعبة-رضي الله تعالى عنهما-قال: كأني أنظرُ إلى أثر المسح على ظَهرِ خفِّ رسول الله-ﷺ-خطوطاً بالأصابع، وإنما لم تَبقَ الخطوطُ إذا لم يَمسَحه إلا مرةً واحدةً، ولأن في كثرة إصابة البِلَّة إفسادَ الخف، وفيه حرج، فيكتفي فيه بالمرّة الواحدة. (المبسوط: ۱/۱۰۰، ط: دار المعرفة، بيروت)

قال ابن نجيم: وفي قوله: مرةً إشارة إلى أنه لا يُسَنُّ تكرارُه كمسح الرأس عملاً بما وَرَدَ أنه-عليه السلام-مسح على ظاهرِ خُفَّيه خطوطاً بالأصابع بطريق الإشارة، إذ الخطوطُ إنما تكونُ إذا مَسَحَ مرةً، كذا في المستصفى.

(البحر الرائق: ۱/۱۸۲، ط: دار الكتب الإسلامي، ۱/۳۰۱، ط: زكريا، ديوبند)

قال ابن عابدين: (قوله: مرّةً) قيد للمسح المفهوم، فلا يُسَنُّ تكرارُه كمسح الرأس. (رد المحتار مع الدر المختار: ۱/۲۷۰، ط: دار الفكر، بيروت، ۱/۴۵۳، ط: زكريا، ديوبند، ۲/۲۰۱، ط: فرفور، دمشق)

ولا يُسَنُّ فيه التكرارُ، كذا في فتاوى قاضي خان. (الفتاوى الهندية: ۱/۳۳، ط: دار الفكر، بيروت، ۱/۸۷، ط: اتحاد/زكريا، ديوبند)

☆

عورت کے لیے مسح

مسح جس طرح مردوں کے لیے جائز ہے اسی طرح عورتوں کے لیے بھی جائز ہے۔

قال ابن نجيم: (قوله: ولو امرأة) أي: ولو كان الماسح امرأةً لإطلاق النصوص، وقد قدّمنا أن الخطاب الوارد في أحدهما يكون واردا في حق الآخر ما لم ينصّ على التخصيص، وأشار به إلى أنه يجوز للحاجة ولغيرها سفراً وحضراً. (البحر الرائق: ١٧٦/١، ط: دار الكتاب الإسلامي، ١/ ٢٩٢، ط: زكريا، ديوبند)

قال الحلبي: والرّجلُ والمرأة فيه، أي: في مسح الخف سواء، لأن الأدِلّةَ لم تُخصّ، والنساء تابعات للرّجال في الأحكام، ما لم يَدُلّ دليل على التخصيص. (غنية المستملي، ص: ٩٥، ط: دار الكتاب، ديوبند)

باوضوء شخص کے لیے مسح کا حکم

اگر کوئی شخص باوضوء ہو اور وہ دوبارہ وضوء کرے، تو اُس کے لیے خفین پر مسح کرنا جائز ہے۔

قال الحصكفي: (لمُحدِث) ظاهره عدم جوازه لمجدّد الوضوء، إلا أن يقال: لمّا حصل له القربة بذلك، صار كأنه محدث. قال ابن عابدين: (قوله: لمحدث) متعلّق بقوله: جائز، وشمل المرأة كما سيصرّح به. قال في غرر الأفكار: (والمحدث حقيقة عرفية فيمن أصابه حدث يوجب الوضوء) (قوله: ظاهره إلخ) البحث والجواب للقهستاني. وأقول: قد يقال: إن جوازه لمجدّد الوضوء يعلم بالأولى، لأن ما رفع الحدث الحقيقي يحصل به تجديد الطهارة بالأولى، على أن قوله: (لا لجنب) يدلّ بالمقابلة على أن المحدث احتراز عن الجنب فقط، تأمّل. (الدر المختار مع رد المحتار: ١/ ٢٦٢، ط: دار الفكر

بیروت، ۱/ ۲۲۴، ط: زکریا، دیوبند ۲/ ۱۸۷، ط: فرفور، دمشق)

مسح کے بجائے تر گھاس پر چلنا

اگر کوئی شخص خفین پر مسح کرنے کے بجائے ایسی گھاس پر ٹہلے جو پاک پانی سے تر ہو، خواہ گھاس پر پانی ڈالا گیا ہو یا وہ بارش کے پانی سے تر ہوئی ہو یا شبنم کی وجہ سے تر ہو، بہر صورت اگر موزوں کا ظاہری اوپری حصہ فرض مقدار کے بقدر بھیگ جائے، تو اس سے بھی بالاتفاق مسح علی الخفین کا وظیفہ ادا ہو جائے گا، اگرچہ اس نے مسح کی نیت نہ کی ہو، اسی طرح اگر بارش کے پانی سے براہ راست تر ہو جائے، تب بھی مسح ہو جائے گا۔

قال ابن مازة: وإذا لم يمسح على خفّيه، ولكن مشى في الحشيش، فابتلّ ظاهر خفّيه ببَلَل الحشيش، إن كان الحشيش مُبتلاً بالماء أو بالمطر يجزيه بالإجماع. (المحيط البرهاني: ۱/ ۱۶۸، ط: دار الكتب العلمية، بيروت)

قال الحلبي: ولو توضّأ، ولم يمسح خفّيه، ولكن خاض في الماء لا بنية المسح، ولم تبتلّ إحدى رجليه أو أكثرها أو مشى في الحشيش المُبتلّ بالماء المُفَاض عليه للسّقي، أو بالمطر يجزيه ذلك الخوض أو المشي عن المسح لقصد الحصول المسح ضمناً. (غنية المستملي: ص: ۹۲، دار الكتاب، ديوبند)

قال ابن عابدين: (قوله: إصابة البِلّة) بكسر الباء، أي: الندوة، "قاموس"، وشَمِلَ ما لو كانت بيد أو غيرها كمطر (رد المحتار مع الدر المختار: ۱/ ۲۷۲، دار الفكر، بيروت، ۱/ ۴۳۲، ط: زكريا، ديوبند ۲/ ۱۶۳، ط: فرفور، دمشق)

وقال: فلو أصاب موضعَ المسح ماء، أو مَطَر قدرَ ثلاث أصابعَ، جاز، وكذا لو مَشَى في حَشِيش مُبتَلّ بالمطر، وكذا بالطّل في الأصح.

(رد المحتار مع الدر المختار: ۱/ ۲۷۲، ط: دار الفكر، بيروت، ۱/ ۴۵۸، ط: زكريا،

دیوبند، ۲/ ۲۰۵، ط: فرفور دمشق)

ولو أصاب موضعَ المسح ماء أو مَطَر قدرَ ثلاث أصابعَ، أو مَشی في حشیش مُبتَلّ بالمطر یجزیه.

(الفتاوی الهندیة: ۱/ ۳۳، ط: دار الفکر بیروت، ۱/ ۸۶، ط: اتحاد/ زکریا، دیوبند)

إن کان مُبتَلاً بالطَّلّ، اختلف المشایخ فیه، والصحیح أنه یجوز؛ لأنه الطَّلّ من الماء کالمطر. (التاتارخانیة: ۱/ ۳۰۳، رقم: ۹۵۴، ط: زکریا، دیوبند)

کیا خفین پر پانی کی لکیر کا ظاہر ہونا شرط ہے

مسح کے صحیح ہونے کے لیے خفین پر پانی کی لکیر کا ظاہر ہونا شرط نہیں ہے؛ البتہ مسنون ہے۔

قال ابن عابدین: (قوله: والسنة إلخ) أفاد أن إظهارَ الخطوط لیس بشرط، وهو ظاهر الروایة، بل هو شرطٌ السنة في المسح.

(رد المحتار مع الدر المختار: ۱/ ۲۷۲، ط: دار الفکر بیروت، ۱/ ۴۴۸، ط: زکریا، دیوبند، ۲/ ۱۹۰، ط: فرفور دمشق)

وإظهارُ الخطوط في المسح لیس بشرط في ظاهر الروایة، کذا في الزاهدي، وهکذا في شرح الطحاوي، ولکنه مستحبٌ، هکذا في منیة المُصَلي. (الفتاوی الهندیة: ۱/ ۳۳، ط: دار الفکر بیروت، ۱/ ۸۷، ط: اتحاد/ زکریا، دیوبند)

کیا خفین میں پیروں کی انگلیاں بھی مسح کا محل ہیں؟

راجح قول کے مطابق پیروں کی انگلیاں مسح کے محل میں داخل ہیں، لہذا اگر کوئی شخص خفین پہننے کے بعد پیروں کی انگلیوں کے حصے پر فرض مقدار کے بقدر مسح کرتا ہے، تو اُس کا مسح صحیح ہوجائے گا۔

قال ابن عابدین: والحاصل أن في المسألة اختلافَ الروایة، وحیث

كانت رواية الدخول هي المفادة من عبارات المتون والشروح وكذا من أكثر الفتاوى كما علمت۔ كان الاعتماد عليها أولى، فلذا اختارها الشارح تبعاً للنهر والحلبة، فافهم. (رد المحتار على الدر المختار ۱: ۲۶۸، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۴۴۹ ط: زکریا، دیوبند، ۲/ ۱۹۳ ط: فرفور، دمشق)

تحقیق شامی

علامہ شامیؒ نے اس مسئلے کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ علامہ ابن نجیمؒ نے البحر الرائق میں ذکر کیا ہے کہ فقہ حنفی کی متون: کنز الدقائق وغیرہ اور شروحات سے معلوم ہوتا ہے کہ خفین پر مسح کے محل میں انگلیاں بھی داخل ہیں، جب کہ فقہ حنفی کے اکثر فتاوی کی تعبیر کے مطابق پیر کی انگلیاں مسح کے محل سے خارج ہیں؛ اس لیے کہ کتب فتاوی میں مسح کی تشریح میں یہ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں: **وتفسير المسح أن يمسح على ظاهر قدميه ما بين أطراف الأصابع إلى الساق،** اس میں **ما بين أطراف الأصابع** کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ انگلیاں مسح کے محل سے خارج ہیں۔ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ صاحب النہر الفائق نے علامہ ابن نجیم پر اعتراض کیا اور فرمایا کہ کتب فتاوی کی عبارت **ما بين أطراف الأصابع** سے تو انگلیوں کا محل مسح میں داخل ہونا معلوم ہوتا ہے نہ کہ خارج ہونا؛ اس لیے کہ اطراف طرف کی جمع ہے اور طرف کے معنی کنارے کے آتے ہیں، گویا **اطرافها** کا مطلب رؤوسہا ہوگا، چنانچہ صاحب منتقی نے بھی یہی تعبیر استعمال کرتے ہوئے لکھا ہے: **ظهر القدم من رءوس الأصابع إلى معقد الشراك.** علامہ شامی فرماتے ہیں کہ علامہ ابن امیر الحاج نے حلبۃ المجلی میں بھی کتب فتاوی کی عبارت کا وہی مطلب سمجھا ہے جو صاحب نہر نے سمجھا ہے؛ البتہ علامہ ابن امیر الحاج نے ذخیرہ کے جو دو اقتباس نقل کیے ہیں، ان میں سے پہلے اقتباس سے تو انگلیوں کا محل مسح سے

خارج ہونا معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ شرح طحاوی میں بھی صراحتاً خارج ہونے کی بات لکھی ہے اور فتاوی قاضی خان میں بھی اس کی تصریح کی گئی ہے؛ البتہ دوسرے اقتباس سے داخل ہونا معلوم ہوتا ہے اور راجح یہی ہے، اس کی تائید طبرانی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی ہوتی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: أنه ﷺ-

مسح من مقدم الخفين إلى أصل الساق مرة وفرج بين أصابعه.

علامہ شامیؒ آخر میں بحث کا خلاصہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس مسئلے میں فقہائے کرام کی روایات کا اختلاف ہے؛ لیکن چونکہ متون، شروحات اور اکثر کتب فتاوی کی عبارات سے انگلیوں کا محل مسح میں داخل ہونا معلوم ہوتا ہے، اس لیے اسی پر اعتماد کیا جائے گا۔ (رد المحتار علی الدر المختار ۱: ۲۶۸، ط: دار الفکر، بیروت)

فائدہ: صرف انگلیوں کے حصے پر مسح اسی صورت میں صحیح ہوگا جب کہ مسح کا فرض ادا ہو جائے، بظاہر انگلیوں کی لمبائی میں مسح کرنے سے مسح کا فرض ادا نہیں ہوگا، ہاں چوڑائی میں مسح کرنے سے فرض ادا ہونا ممکن ہے۔ اسی وجہ سے فقہائے کرام نے مذکورہ صورت میں مقدار فرض کی ادائے گی کی قید اہمیت سے ذکر کی ہے۔

(رد المحتار علی الدر المختار ۱: ۲۶۸، ط: دار الفکر بیروت، ۱: ۴۴۹، ط: زکریا، دیوبند ۲: ۱۹۲، ط: فرفور، دمشق)

الٹا مسح کرنا

اگر کوئی الٹا مسح کرے، یعنی: ٹخنے کی طرف سے کھینچ کر انگلیوں کی طرف لائے، تو یہ بھی جائز ہے؛ لیکن خلاف سنت ہے۔

خفین کی چوڑائی میں مسح کرنا

اگر کوئی شخص لمبائی میں مسح نہ کرے؛ بلکہ موزے کی چوڑائی میں مسح

کرے، تو یہ بھی درست ہے؛ لیکن خلافِ سنت ہے۔

قال الحلبي: ولو وضع يديه من قِبَل الساق، ومَدّهما إلى رؤس الأصابع؛ جاز لحصول الفرض، وكذا لو مسح عليهما عرضاً جاز أيضاً، لكنه يكونُ مخالفاً للسنة في جميع ذلك. (غنية المستملي ص: ۹۶، ط: دار الكتاب، ديوبند)

لو بدَأ من الساق إلى الأصابع، أو مَسَحَ عليهما عرضاً؛ أجزأه، هكذا في الجوهرة النيرة.

(الفتاوى الهندية: ۱/ ۳۳، ط: دار الفكر، بيروت، ۱/ ۸۲، ط: اتحاد/ زكريا، ديوبند)

ہتھیلی یا انگلیوں کی پشت کی طرف سے مسح کرنا

مسح میں اصل تو یہی ہے کہ ہتھیلی کے اندر والے حصے سے مسح کرے؛ لیکن اگر انگلیوں یا ہتھیلی کے اوپری حصے کی پشت سے مسح کیا، تو بھی درست ہوجائے گا؛ مگر خلافِ سنت ہوگا۔

قال ابن عابدين: وفي الحلبة: والمستحَبُّ أن يمسَحَ بباطن اليد، لا بظاهرها. (رد المحتار مع الدر المختار: ۱/ ۲۷۲، ط: دار الفكر، بيروت، ۱/ ۴۴۸، ط: زكريا، ديوبند، ۲/ ۱۹۰، ط: الفرفور، دمشق)

قال الحلبي: ولو مَسَحَ بظاهرِ كَفَّيه يجوزُ لحصول المقصود؛ ولكن خالَفَ السنّةَ. (غنية المستملي ص: ۹۶، ط: دار الكتاب، ديوبند)

ولو مَسَحَ بظاهرِ كَفّه جاز، والمستحَبُّ أن يمسَحَ بباطن كَفّه، كذا في الخلاصة. (الفتاوى الهندية: ۱/ ۳۳، ط: دار الفكر، بيروت، ۱/ ۸۲، ط: اتحاد/ زكريا، ديوبند)

صرف ہتھیلی سے مسح کرنا

صرف ہتھیلی یا صرف انگلیوں سے مسح کرنا درست ہے؛ لیکن بہتر یہ ہے کہ

دونوں سے مسح کرے۔

قال الحلبي: لو وضع الكَفَّ، ومَدَّها، أو وضع الأصابعَ مع الكفِّ، ومَدَّها، فكلاهُما حَسَن. (غنية المستملي ص: ٩٥، ط: دار الكتاب، دیوبند)

ولو وضع الكفّ، ومَدَّها، أو وضع الأصابعَ ومَدَّها، كِلاهُما حَسَن، والأحسنُ أن يَمسَحَ بجميع اليد.

(الفتاوى الهندية: ١/ ٣٣، ط: دار الفكر بيروت، ١/ ٨٧، ط: اتحاد/ زكريا، ديوبند)

مسح میں تیامن کا حکم

مسح میں تیامن، یعنی: پہلے دائیں موزے کا مسح کرنا مسنون نہیں ہے؛ بلکہ دونوں موزوں کا مسح ایک ساتھ کرنا مسنون ہے؛ لیکن اگر کسی نے اس کے خلاف کیا، تو بھی جائز ہے۔

قال ابن عابدين: وظاهرُه أن التَّيامُن فيه غيرُ مسنون، كما في مسح الأذن. (رد المحتار مع الدر المختار ١/ ٢٦٧، ط: دار الفكر بيروت، ١/ ٤٤٨، ط: زكريا، ديوبند، ٢/ ١٩٠، ط: فرفور، دمشق)

ایک یا دو انگلی سے مسح

اگر صرف ایک یا دو انگلی سے نیا پانی لیے بغیر تین مرتبہ مسح کیا جائے تو مسح صحیح نہیں ہوگا، خواہ تین انگلیوں کے بقدر مسح ہو جائے، اس لیے کہ ایک مرتبہ مسح کرنے کے بعد انگلی کی تری مستعمل ہوگئی، لہذا دوسری مرتبہ مسح مستعمل تری سے ہوگا، ہاں اگر ایک یا دو انگلی سے تین مرتبہ تین علیحدہ علیحدہ جگہ پر مسح کیا جائے، اور ہر مرتبہ نیا پانی لیا جائے تو مسح درست ہو جائے گا۔

قال الحصكفي: فلم تَعتبروا فيه مدَّ الأصبع. قال ابن عابدين: (قوله: مدَّ

الأصبع) أي: جرّها على الخف، حتى يبلغ مقدار ثلاث أصابع، وظاهره ولو مع بقاء البلّة؛ لأنها تصير مستعملة تأمّل. وفي الحلية: (وكذا الأصبعان... بخلاف... أو مسح بأصبع واحدة ثلاث مرّات في ثلاثة مواضع، وأخذ لكل مرة ماءً فيجوز؛ لأنه بمنزلة ثلاث أصابع... (الدر المختار مع رد المحتار ۱/ ۲۷۲، دار الفكر بيروت، ۱/ ۴۵۸، ط: زكريا ديوبند ۲/ ۲۰۶، ط: فرفور دمشق)

لو مسح بأصبع واحدة من غير أن يأخذ ماءً جديداً؛ لا يجوز. ولو مسح بها ثلاث مرّات في ثلاثة مواضع، وأخذ لكلّ مرة ماءً جديداً جاز، كذا في التبيين. (الفتاوى الهندية ۱/ ۳۳، ط: دار الفكر بيروت ۱/ ۸۶، ط: اتحاد/ زكريا ديوبند)

تحقیق شامی

مقدار مسنون میں مستعمل تری کا استعمال

اگر سنت طریقے پر مسح کیا جائے، یعنی انگلیوں سے مسح شروع کرکے پنڈلی تک خط کھینچا جائے، تو اس صورت میں بھی مستعمل تری کا استعمال لازم آرہا ہے، حالانکہ مستعمل تری سے مسح درست ہی نہیں ہے، علامہ شامیؒ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ چونکہ مسح میں تکرار مشروع نہیں ہے، اس لیے سنت کی ادائے گی میں اس سے چشم پوشی کی گئی ہے۔ لیکن فرض کی ادائے گی میں اس سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔

(الدر المختار مع رد المحتار ۱/ ۲۷۲، دار الفكر بيروت، ۱/ ۴۵۸، ط: زكريا، ديوبند ۲/ ۲۰۶، ط: فرفور دمشق)

ایک انگلی سے مسح کے جواز کی ایک صورت

اگر ایک انگلی کے چاروں جانب سے چار مقامات پر مسح کیا، تو مسح ہوجائے گا۔

قال ابن عابدین: وکذا لو مسح بجوانبها الأربع في الصحیح، والظاهر تقییده بوقوعه في أربعة مواضع. (الدر المختار مع رد المحتار ۱: ۲۷۲، ط: دار الفکر بیروت، ۱: ۴۵۸، ط: زکریا، دیوبند ۲: ۲۰۲، ط: فرفور، دمشق)

انگوٹھے اور اُس کے برابر والی انگلی سے مسح

اگر انگوٹھے اور اُس کے برابر والی انگلی سے درمیان کی جگہ کے ساتھ مسح کیا جائے اور دونوں کھلی ہوئی ہوں، تو جائز ہے؛ اس لیے کہ ان کے درمیان ایک انگلی کی جگہ ہے۔

قال ابن عابدین: بخلاف ما لو مسح بالإبهام والسبابة مفتوحتین، مع ما بینهما من الکف. (الدر المختار مع رد المحتار ۱: ۲۷۲، ط: دار الفکر بیروت، ۱: ۴۵۸، ط: زکریا، دیوبند ۲: ۲۰۷، ط: فرفور، دمشق)

ولو مسح بالإبهام والسبابة إن کانتا مفتوحتین جاز، کذا في فتاوی قاضي خان (الفتاوی الهندیة ۱: ۳۳، ط: دار الفکر بیروت، ۱: ۸۶، ط: اتحاد/زکریا، دیوبند)

مسح کے لیے خفین پر محض انگلیاں کھڑی کر کے رکھنا

اگر پوری انگلیوں کو موزے پر نہیں رکھا؛ بلکہ فقط انگلیوں کا سرا موزہ پر رکھ دیا اور انگلیاں کھڑی رکھیں، تو یہ مسح بالاتفاق درست نہیں ہوا؛ البتہ اگر انگلیوں سے پانی برابر ٹپک رہا ہو، جس سے بہ قدر تین انگلیوں کے برابر پانی موزے کو لگ جائے، تو مسح درست ہو جائے گا۔

قال ابن عابدین: قال في البحر عن البدائع: (ولو مسح بثلاث أصابع منصوبة غیر موضوعة ولا ممدودة، لا یجوز بلا خلاف بین أصحابنا)

(الدر المختار مع رد المحتار ۱: ۲۷۲، ط: دار الفکر بیروت، ۱: ۴۵۸، ط: زکریا، دیوبند، ۲/ ۲۰۶، ط: فرفور، دمشق)

انگلیوں کے سرے سے مسح کرنا

صرف انگلیوں کے سرے سے مسح کرنا صحیح نہیں ہے، ہاں اگر انگلیاں اتنی تر ہوں کہ پانی ان سے ٹپک رہا ہو، جس کی وجہ سے تین انگلیوں کے بقدر خفین تر ہوجائے، تو مسح صحیح ہوجائے گا۔

قال الحلبي : ولو مَسَحَ برؤس الأصابع، وجافى أصولَ الأصابع والكف، لايجوزُ المسح إلا أن يكونَ الماءُ متقاطِراً؛ لأن البِلَّةَ تصيرُ مستعملَةً بمجرّدِ الإصابة، فإذا لم يَكُن متقاطِراً، صارت البِلَّةُ المستعملَةُ أوّلاً مستعمَلَةً ثانياً في الفرض، بخلاف ما إذا كان متقاطِراً، فإن البِلَّةَ التي مَسَحَ بها ثانياً حينئذ غيرُ التي استعملَت أولاً، وبخلاف إقامة السنّة فيما إذا وَضَعَ الأصابعَ، ثم مَدَّها، ولم يكن الماءُ متقاطِراً؛ لأن النَّفلَ يغتفرُ فيه ما لايغتفرُ في الفرض، وهو تابع له، فيؤدى بماء استعمل فيه تبعاً ضرورةُ علم شرعية التكرار، على أن وقوعَ فعله على هذه الصفة كافٍ في جواز النفل، ولا يقاس عليه الفرضُ؛ لأنه ألّوى منه مع أن المسح على خلاف القياس.

(غنية المستملي، ص: ۱۰۹، ط: دار الكتاب، ديوبند)

قال الحصكفي: فلو مَسَحَ برءوس أصابعه، وجَافَى أصولَها، لم يَجُز إلا أن يَبْتَلَّ من الخُفِّ عندَ الوضعِ قدرُ الفرض. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱: ۲۷۲، ط: دار الفكر بيروت، ۱: ۴۵۸، ط: زكريا، ديوبند، ۲: ۲۰۷، ط: فرفور، دمشق)

وإذا مَسَحَ خُفَّهُ برءوس أصابعه، فإن كان الماءُ متقاطِراً يجوزُ وإلا لا، هكذا في الذخيرة.

(الفتاوى الهندية: ۱: ۳۳، ط: دار الفكر بيروت، ۱: ۸۲، ط: اتحاد/ زكريا، ديوبند)

☆

مسح میں تین انگلیاں بچھانا

اگر مسح اس طرح کیا جائے کہ تین انگلیاں رکھ دی جائیں اور ان کو کھینچا نہ جائے، تو جائز ہے؛ مگر خلاف سنت ہے۔

قال الحلبي: وكذا لو مَسَحَ بثلاث أصابعَ موضوعةً وضعاً غيرِ ممدودةٍ، يجوز أيضاً لما قلنا، لكنه يكونُ مخالفاً للسُنّة.

(غنية المستملي ص: ۹۶، دار الكتاب، ديوبند)

ولو مَسَحَ بثلاثِ أصابعَ موضوعةٍ غيرِ ممدةٍ يجوزُ، ويكونُ مخالفاً للسنّة. (الفتاوی الهندية: ۱/ ۲۳، ط: دار الفكر، بيروت، ۱/ ۸۶، ط: اتحاد/ زكريا، ديوبند)

کیا مسح کے لیے نیا پانی لینا ضروری ہے؟

مسح کے لیے نیا پانی لینا ضروری نہیں ہے، دھونے کی جو تری باقی ہو، اس سے مسح جائز ہے، پانی ٹپکتا ہو یا نہ ٹپکتا ہو؛ لیکن سر کے مسح کے بعد جو تری ہاتھ پر باقی ہو، اُس سے مسح جائز نہیں ہے۔

قال ابن عابدين: وفي المنية عن المحيط: (لو توضأ، ومَسَحَ ببِلَّة بَقِيت على كَفَّيه بعدَ الغَسل يجوزُ، ولو مَسَحَ رأسَه، ثم مَسَحَ خفَّيه ببِلَّة بَقِيت بعدَ المسح لا يجوزُ) اهـ أي: لأن المُستعمَلَ في الأولى ما سَالَ على العضو، وانفصل، وفي الثانية ما أصَابَ الممسوحَ، وهو باقٍ في الكف.

(رد المحتار مع الدر المختار: ۱/ ۲۷۵، ط: دار الفكر، بيروت، ۱/ ۴۳۶، ط: زكريا، ديوبند، ۲/ ۱۲۳، ط: فرفور، دمشق)

ويجوزُ المسحُ ببَلَلِ الغَسلِ سواء كانت متقاطرةً أو غيرَها، ولا يجوزُ ببِلَّة بَقِيت على كفّه بعد المسح، هكذا في المحيط. (الفتاوی الهندية: ۱/ ۳۳، ط:

دار الفکر بیروت، ۱: ۸۲، ط: اتحاد/زکریا، دیوبند)

یجوز المسح علی الخف ببلل الغسل سواء کانت البلۃ متقاطرۃ أو غیر متقاطرۃ، وفی الذخیرۃ: إذا لم یکن البلل مستعملاً بأن أخذ البلۃ من عضو آخر من أعضائہ سوی الکف. (الفتاوی التاتارخانیۃ: ۱: ۳۰۳، رقم: ۹۵۰، ط: زکریا، دیوبند)

کسی دوسرے شخص سے مسح کرانا

اگر کوئی شخص خفین پر خود مسح کرنے کے بجائے دوسرے شخص سے مسح کرالے، تو بھی مسح درست ہوجائے گا۔

قال ابن مازہ: ولو أمر إنساناً حتی مسح علی خفیہ جاز لحصول المقصود، وھو إیصال البلۃ. (المحیط البرھانی: ۱: ۱۲۸، ط: دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

قال ابن نجیم: (قولہ: وأراد أصابع الید) قال فی النھر: ولم یضفھا إلی اللابس إیماء إلی أنہ لو أمر من یمسح علی خفیہ ففعل، صح، کما فی الخلاصۃ.

(منحۃ الخالق علی البحر الرائق: ۱: ۱۸۳، دار الکتاب الإسلامی، ۱: ۳۰۳، ط: زکریا، دیوبند)

مسح کے بجائے موزہ کو دھولیا

اگر موزے پر مسح کے بجائے اسے دھولیا اور مسح کی نیت نہیں تھی، صفائی پیش نظر تھی، تب بھی مسح ہوجائے گا، اگرچہ موزے کا دھونا خلاف سنت ہے۔

کیا مسح کے صحیح ہونے کے لیے موزوں کا پاک ہونا شرط ہے؟

موزوں پر مسح کے صحیح ہونے کے لیے اس کا پاک ہونا شرط نہیں ہے، اگر موزہ پر نجاست لگ جائے، تب بھی اس پر مسح کرنا صحیح ہے؛ البتہ اس کے ساتھ نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے۔

پانی کم ہونے کی صورت میں خفین پر مسح کا حکم

ایک شخص (جو خفین پہنے ہوئے تھا) اُس کے پاس اتنا کم پانی ہے کہ اگر وہ اس سے خفین اتار کر پیر دھونے کے ساتھ مکمل وضوء کرنا چاہے، تو نہیں کرسکتا، ہاں اگر خفین اتار کر دونوں پیروں کو دھونے کے بجائے مسح کرلے، تو اس پانی سے باقی اعضاء دھل سکتے ہیں، تو ایسے شخص کے لیے خفین پر مسح کرنا واجب ہے، خفین اتار کر پیر دھونا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ ایسی صورت میں وضوء مکمل نہیں ہوگا۔

فرض نماز کا وقت تنگ ہونے کی حالت میں مسح کا حکم

اگر کسی فرض نماز کا وقت اتنا تنگ ہوگیا کہ اگر مکمل وضوء کیا جائے گا، تو وقت نکل جائے گا اور اگر دونوں پیر دھونے کے بجائے خفین پر مسح کر دیا جائے، تو وقت کے اندر نماز مل سکتی ہے، تو ایسی صورت میں خفین پر مسح کرنا واجب ہے، خفین اتار کر دونوں پیر دھونا جائز نہیں ہے۔

وقوف عرفہ کے فوت ہونے کے اندیشے کے وقت مسح کا حکم

خفین پہنا ہوا شخص اگر وضوء میں خفین اتار کر دونوں پیر دھوئے گا، تو فرض نماز تو مل جائے گی؛ لیکن وقوف عرفہ فوت ہوجائے گا؛ تو ایسی صورت میں خفین پر مسح کرنا واجب ہے، تاکہ نماز کے ساتھ ساتھ وقوف عرفہ بھی اداء ہوجائے۔

تہمت سے بچنے کے لیے مسح کا حکم

اگر کسی موقع پر مسح نہ کرنے سے رافضی یا خارجی ہونے کا لوگوں کو گمان ہو، وہاں بھی مسح کرنا واجب ہے۔

قال الحصكفي: بل ينبغي وجوبه على من ليس معه إلا ما يكفيه، أو خاف فوت وقت، أو وقوف عرفة "بحر". قال ابن عابدين: (قوله: إلا ما يكفيه) أي: يكفي المسح فقط، بأن كان لو غسل به رجليه لا يكفيه للوضوء، ولو توضأ به ومسح؛ كفاه. (قوله أو خاف) عطف على صلة (من) (قوله: أو وقوف) أي: أنه إذا غسل رجليه يدرك الصلاة، لكن يخاف فوت الوقوف بعرفة، وإذا مسح يدركهما جميعاً؛ يجب المسح. (الدر المختار مع رد المحتار ۱: ۲۶۳، ط: دار الفكر بيروت، ۱: ۲۲، ط: زكريا ديوبند، ۲: ۱۸۲، ط: فرفور دمشق)

ایک پیر کو دھونا اور دوسرے پر مسح کرنا

بلا عذر صرف ایک پاؤں پر موزے پہن کر مسح کرنا اور دوسرے کو دھونا مشروع نہیں ہے، اس طرح مسح صحیح نہیں ہوگا۔

اگر ایک پاؤں پر زخم ہو

اگر کسی شخص کے ایک پاؤں پر زخم ہو جس کے دھونے پر وہ قادر نہ ہو اور نہ مسح کرنے پر، تو اس کے لیے مسح معاف ہے، لہٰذا صرف دوسرے پاؤں کے موزے پر مسح کر کے نماز پڑھنا جائز ہے۔

ولو كانت بإحدى رجليه جراحة لا يقدر بها على الغسل والمسح، يجوز له المسح على الأخرى. (الفتاوى الهندية ۱: ۳۲، ط: دار الفكر بيروت، ۸۱، ط: اتحاد/ زكريا، ديوبند)

ایک پیر والا کیا کرے؟

اگر کسی شخص کا ایک ہی پاؤں پیدائشی ہے یا بعد میں ایک پاؤں کٹ گیا،

تو باقی ایک پیر پر موزے پہن کر مسح کرنا جائز ہے۔

قال الحصکفي: ولو له رجل واحدة مسحها. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۷۳، ط: دار الفکر بیروت، ۱/ ۵۹۳، ط: زکریا، دیوبند، ۲/ ۲۰۸، ط: فرفور، دمشق)

معذور کے لیے خفین کے مسح کا حکم

جیسے معذور کا وضو نماز کا وقت جانے سے ٹوٹ جاتا ہے، ویسے ہی اس کا مسح بھی باطل ہو جاتا ہے، مگر اس کو موزے اتار کر پیروں کا دھونا واجب ہے، ہاں اگر اس کا عذر وضو کرنے اور موزے پہننے کی حالت میں نہ پایا جائے، تو اس کا حکم بھی صحیح آدمیوں کی طرح ہوگا۔ یعنی: وقت داخل ہونے کے بعد جس وقت وضو کر کے خفین پہنے جا رہے ہیں، اگر اس وقت بھی عذر، مثلاً: پیشاب رس رہا ہو، تو صرف وقت کے اندر اندر خفین پر مسح کیا جائے گا، یعنی وقت کے اندر اگر کوئی دوسرا حدث پیش آجائے، تو وضو کرتے وقت موزے پر مسح کرنا جائز ہوگا، وقت گزرنے کے بعد دوبارہ وضوء کے وقت خفین اتار کر پاؤں دھونا ضروری ہوگا اور اگر ابتداء وضو کر کے خفین پہننے کے وقت عذر، مثلاً: پیشاب کا رسنا بند تھا، تو ایسی صورت میں مسح کی پوری مدت (یعنی مقیم کے لیے ایک دن ایک رات اور مسافر کے لیے تین دن، تین رات) گزرنے تک خفین پر مسح کرنا جائز ہے۔

قال الحصکفي: ومعذور، فإنه يمسح في الوقت فقط إلا إذا توضأ، ولبس على الانقطاع الصحيح۔ قال ابن عابدين: (قوله: فإنه إلخ) الضمير للمعذور، وهذا بيان لوجه كون طهره ناقصاً.

ثم إنه لا يخلو إما أن يكون العذر منقطعاً وقت الوضوء واللُّبس معاً، أو موجوداً فيهما، أو منقطعاً وقت الوضوء موجوداً وقت اللبس، أو بالعكس، فهي رباعية؛ ففي الأول حكمه كالأصحاء لوجود اللُّبس على طهارة كاملة،

فمَنَعَ سِرايةَ الحدث للقدمين، وفي الثلاثة الباقية يمسحُ في الوقت فقط، فإذا خَرَجَ، نَزَعَ وغَسَلَ كما في البحر. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۲۷۱، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۴۵۳، ط: زكريا، ديوبند، ۲/ ۲۰۲، ط: فرفور دمشق)

المعذورُ إذا كان عذره غيرَ موجود وقتَ الوضوء، ولَبِسَ الخفين، يجوزُ له المسحُ إلى المدة كالأصحّاء، بخلاف ما إذا وَجَدَ العُذرَ مقارناً للوضوء أو لِلُبس أحدهما، يجوزُ المسح في الوقت لا خارجه، هكذا في البحر الرائق. (الفتاوى الهندية: ۱/ ۳۴، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۸۷، ط: اتحاد/ زكريا، ديوبند)

وفي التفريد: المستحاضة إذا توضّأت في الوقت، ولَبِست الخف، والدّمُ سائل تمسحت في الوقت، ولا تمسح بعد الوقت خلافاً لزفر رحمه الله، ولو توضّأت والدّمُ منقطع، تمسح تمامَ المدة.

(التاتارخانية: ۱/ ۳۶۳، مسئلة: ۹۹۲، ط: زكريا)

موزوں پر مسح کرنے والے کی امامت

حضور ﷺ نے موزوں پر مسح کر کے امامت فرمائی ہے، اس لیے مسح کرنے والے کی امامت کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

قال السرخسي: (وللماسح على الخفين أن يؤمَّ الغاسلين) لأنه صاحب بدل صحيح، وحكمُ البدل حكمُ الأصل؛ ولأن المسحَ على الخف جُعِلَ كالغسل لما تحته في المدة بدليل جواز الاكتفاء به مع القدرة على الأصل، وهو غَسلُ الرِّجلين، فكان الماسح في حكم الإمامة كالغاسل.

(المبسوط: ۱/ ۱۰۰، ط: دار المعرفة بيروت)

☆

تیسرا باب

مسح کے شرائط

موزوں پر مسح صحیح ہونے کی شرطیں

فقہائے کرام نے موزوں پر مسح کے صحیح ہونے کی گیارہ شرطیں بیان کی ہیں، بعض شرطوں کا تعلق موزوں کی کیفیت سے ہے اور بعض شرطوں کا تعلق مسح کرنے والے کی ذات سے ہے اور بعض کا تعلق نفس مسح سے ہے۔

پہلی شرط:

ٹخنوں سمیت پورے قدم کو چھپانا

جن موزوں پر مسح کیا جائے وہ ایسے ہونے چاہئیں کہ پیر کے اس حصہ کو چھپالیں جس کا دھونا وضو میں فرض ہے، یعنی: ٹخنوں سمیت پورے پیر کو چھپالیں؛ البتہ اگر ہاتھ کی چھوٹی انگلی کے برابر تین انگلیوں سے کم کھلا رہ جائے، تو مضائقہ نہیں اور اگر موزے اتنے چھوٹے ہوں کہ ان میں ٹخنے موزے کے اندر چھپے ہوئے نہ ہوں تو ان پر مسح درست نہیں ہوگا۔

قال الحصكفي: (شرط مسحه) ثلاثة أمور: الأول (كونه ساتر) محل فرض الغسل (القدم مع الكعب) أو يكون نقصانه أقل من الخرق المانع.

(الدر المختار مع رد المحتار: ١: ٢٦٢، ط: دار الفكر بيروت، ١: ٤٣٦، ط: زكريا، ديوبند، ٢: ١٤٣، ط: فرفور دمشق)

کشادہ خفین جس کے اوپر سے اندر کے پاؤں نظر آئیں

اگر خفین اتنے کشادہ اور پھیلے ہوئے ہوں کہ ان کے اوپر سے اندر کے پاؤں نظر آئیں، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

قال الحصكفي: ولا يضر رؤية رجله من أعلاه. قال ابن عابدين: (قوله

:ولا يَظهرَ إلخ) الأولى ذِكره عند الكلام على الشرط الأول، كما فعَلَه في "الدُّرَر"، ونور الإيضاح؛ ليكونَ إشارةً إلى أن المرادَ ستره للكعبين من الجوانب، لا من الأعلى، ونبّهَ على ذلك الخلاف الإمام أحمد فيه. قال في درر البحار: (وعند أحمد إذا كان الخفُّ واسعاً بحيث يُرى الكعب، لا يجوزُ المسحُ) (الدر المختار مع رد المحتار ۱/ ۲۶۳، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۴۴۰، ط: زکریا، دیوبند، ۲/ ۱۰۹، ط: فرفور دمشق)

دوسری شرط:

پیر کی ہیئت پر بنا ہوا ہونا

موزوں کا پیر کی ہیئت پر بنا ہوا ہونا (پیروں کے سائز کا ہونا) اور اس سے متصل ہونا ضروری ہے، یعنی: موزے اس قدر بڑے نہ ہوں کہ کچھ حصہ ان کا پیر سے خالی رہ جائے۔

اگر موزے پاؤں سے بڑے ہوں

اگر موزے پاؤں سے بڑے ہوں، تو موزے پر ایسی جگہ مسح کرنے کا اعتبار نہیں ہوگا، جو پاؤں سے خالی ہو، ہاں اگر اس جگہ پاؤں لے جا کر مسح کرے، تو جائز ہے؛ لیکن اگر اس کے بعد اس کا پاؤں اس جگہ سے جدا ہو جائے، تو دوبارہ مسح کرے۔

قال الحصكفي: (و) الثاني (كونه مشغولاً بالرِّجل) لِيمنعَ سِرايةَ الحدث، فلو واسعاً، فمَسَحَ على الزائد، ولم يَقْدَم قَدَمَه إليه، لم يَجُز. قال ابن عابدين: (قوله: والثاني كونه) أي: كونُ الخف، والمراد محلُّ المسح منه، كما يفيده التفريع الآتي (قوله: ولم يقدَم قدمَه إليه، لم يجز) لأنه لما مَسَح على الموضع الخالي من القدم، لم يقَع المَسحُ في محلّه، وهو ظهرُ القدم، كما يأتي، فلم يَمنع سِرايةَ الحَدَث إلى القدم، فلو قدَّمَ قدَمَه إليه، ومَسَح جاز، كما في

الخلاصة، وفیها أیضاً: (ولو أزال رِجلَه من ذلك الموضع أعاد المسحَ)

(الدر المختار مع رد المحتار ۱: ۲۶۳، ط: دار الفکر بیروت، ۱: ۴۳۹، ط: زکریا، دیوبند، ۲/ ۱۶۸، ط: فرفور دمشق)

ولا یُجْزِئ المسحُ علی موضعٍ خالٍ عن القدم، فلو جَعَلَ رِجلَه فی الخالی، ومَسَحَ جاز، وإن أزالَ رِجلَه بعد ذلك الموضع، أعاد المسح، هكذا فی السراج الوهاج.

(الفتاوی الهندیة ۱: ۳۳، ط: دار الفکر بیروت، ۱: ۸۶، ط: الاتحاد/ زکریا، دیوبند)

تیسری شرط:

مضبوط ہونا

موزوں کا اتنا مضبوط ہونا شرط ہے جنہیں پہن کر جوتے کے بغیر ایک فرسخ: تین میل شرعی (تقریباً ساڑھے پانچ کلومیٹر) پیدل چلا جا سکتا ہو۔

قال الحصکفی: (و) الثالث (کونه مما یمکن متابعةُ المشی) المعتاد (فیه) فرسخاً فأکثر. (الدر المختار مع رد المحتار ۱: ۲۶۳، ط: دار الفکر بیروت، ۱: ۴۴۰، ط: زکریا، دیوبند، ۲/ ۱۷۹، ط: فرفور دمشق)

بوسیدہ موزے پر مسح

جس موزے پر مسح جائز ہے، اگر وہ اتنا گھس گیا ہے کہ جوتے پہنے بغیر تقریباً ساڑھے پانچ کلومیٹر چلنے سے پھٹ جانے کا اندیشہ ہو، تو اس پر مسح جائز نہیں ہے۔ اس سلسلے میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے، امداد الاحکام میں اس مسئلے کو تنبیہ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ (امداد الاحکام ۱: ۳۴۳، ط: زکریا، دیوبند)

یُستفاد: قال ابن عابدین: وکذا لو لَفَّ علی رِجله خِرقةً ضعیفةً، لم یَجُز المسح؛ لأنه لا تَنقطِعُ به مسافةُ السفر. (الدر المختار مع رد المحتار ۱: ۲۶۳، ط: دار الفکر بیروت، ۱: ۴۴۱، ط: زکریا دیوبند، ۲/ ۱۸۱، ط: فرفور دمشق)

قال ابن عابدين: المتبادر من كلامهم أن المراد من صلوحه لقطع المسافة أن يصلح لذلك بنفسه من غير لبس المداس فوقه، فإنه قد يرق أسفله، ويمشي به فوق المداس أياما، وهو بحيث لو مشى به وحده فرسخا، تخرق قدر المانع، فعلى الشخص أن يتفقده ويعمل به بغلبة ظنه. وقد وقع اضطراب بين بعض المصريين في هذه المسألة، والظاهر ما قدمته، وهو الأحوط أيضاً، وقد تأيد ذلك عندي برؤيا رأيت فيها النبي - ﷺ - بعد تحرير هذا المحل بأيام، فسألته عن ذلك، فأجابني - ﷺ - بأنه إذا رق الخف قدر ثلاث أصابع، منع المسح، وكان ذلك في ذي القعدة سنة 1234 - ولله الحمد - ثم رأيت التصريح بذلك في كتب الشافعية. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ [illegible]، ط: دار الفکر بیروت، ۱/ [illegible] ط: زکریا دیوبند، ۲/ ۱۸۱ ط: فرفور دمشق)

چوتھی شرط:

پیروں پر بغیر باندھے رکنا

موزوں کا ایسا دبیز ہونا ضروری ہے کہ بغیر کسی چیز سے باندھے ہوئے پیروں پر رک سکیں۔

پانچویں شرط:

پھٹا ہوا نہ ہونا

موزے کا اس قدر پھٹا ہوا نہ ہونا جو مسح کے لیے مانع ہو۔

چھٹی شرط:

پانی کو جذب نہ کرنا

پانی کو جذب نہ کرنا یعنی اگر ان پر پانی ڈالا جائے تو پانی اس کے نیچے کی سطح تک نہ پہنچے۔

قال ابن عابدين: زاد الشرنبلالي: (وخلوّ كلّ منهما عن الخرق المانع،

واستمساکُهما علی الرِّجلَین من غیر شدٍّ، ومنعُهما وصولَ الماء إلی الرِّجل.

(رد المحتار مع الدر المختار: ۱/ [illegible]، ط: دار الفکر بیروت، ۱/ [illegible]، ط: زکریا، دیوبند، ۲/ [illegible]، ط: فرفور دمشق)

ساتویں شرط:

طہارت کاملہ کا ہونا

حدث سے پہلے موزوں کا طہارت کاملہ کی حالت میں پہنا ہوا ہونا شرط ہے۔

طہارت کاملہ کی شرط کی چند مسائل سے وضاحت

مسح علی الخفین کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ خفین پہننے کے بعد حدث لاحق ہونے سے پہلے طہارت کاملہ پائی جائے، خاص پہننے کے وقت طہارت کاملہ کا ہونا شرط نہیں ہے، چنانچہ اگر کسی نے وضو کرتے وقت پہلے دونوں پیر دھو کر موزے پہن لیے، اس کے بعد باقی اعضاء کو دھویا یا ایک پیر دھو کر موزہ پہن لیا، اس کے بعد دوسرا پیر دھو کر دوسرا موزہ پہنا، تو پہلی صورت میں دونوں موزوں کے وقت طہارت کاملہ نہ تھی اور دوسری صورت میں پہلا موزہ پہننے کے وقت طہارت کاملہ نہ تھی؛ مگر چونکہ پہننے کے بعد طہارت کامل ہوگئی، لہذا اب ان پر مسح ہوسکتا ہے۔

اسی طرح اگر جنبی نے غسل کیا اور اس کے جسم پر کچھ حصہ خشک رہ گیا، پھر اس نے موزے پہنے، پھر اس حصے کو دھویا، پھر حدث ہوا، تو مسح کرنا جائز ہے اور اگر اس کے دھونے سے پہلے حدث لاحق ہوگیا، تو مسح جائز نہیں۔ اسی طرح اگر وضوء کے اعضاء میں سے کوئی مقام خشک رہ گیا، پھر اس کے دھونے سے پہلے حدث لاحق ہوگیا، تو مسح جائز نہیں ہوگا اور اگر دھونے کے بعد حدث لاحق ہوا، تو مسح جائز ہوگا۔

اور اگر جنبی نے وضوء کر کے خفین پہن لیے، پھر حدث ہوا، پھر باقی بدن کو اُس نے دھویا، تو اُس کے لیے مسح کرنا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ حدث کے وقت طہارت کاملہ نہیں پائی گئی۔

قال الحصكفي: (عندَ الحدث) فلو تَخَفَّفَ المُحدِثُ، ثم خاضَ الماءَ فابتلَّ قدماه، ثم تَمَّمَ وضوءَه، ثم أحدَثَ جاز أن يَمسَحَ. قال ابن عابدين: (قوله: عند الحدث) متعلِّق بقوله: (تام) فيعتبر كونُ الطُّهر تاماً وقتَ نزول الحدث؛ لأن الخفَّ يَمنَعُ سرايةَ الحدث إلى القدم، فيعتبر تمامُ الطهر وقتَ المنع، لا وقتَ اللُّبس خلافاً للشافعي (قوله: جاز أن يمسَحَ) لوجود الشروط، وهو كونُهما ملبوسين على طهر تام وقتَ الحدث، ومثلُه ما لو غَسَلَ رِجلَيه، ثم تَخَفَّفَ ثم تَمَّمَ الوضوءَ، أو غَسَلَ رِجلاً فتَخَفَّفَها، ثم الأخرى كذلك كما في البحر، بخلاف ما لو توَضَّأ، ثم أحدَثَ قبلَ وصول الرِّجل إلى قدم الخف؛ فإنه لا يَمسَحُ كما ذكَرَه الشافعية، وهو ظاهر.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۲۷۱، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۴۵۳، ط: زكريا، ديوبند ۲/ ۲۰۳ ط: فور دمشق)

(ومنها) أن يكونَ الحَدَثُ بعد اللبس طارئاً على طهارة كاملة كَمُلَت قبل اللُّبس أو بعده، هكذا في المحيط. حتى لو غَسَلَ رِجليه أولاً، ثم لَبِسَ خُفَّيه أو غَسَلَ إحدى رِجليه، ولَبِسَ الخُفَّ عليها، ثم غَسَلَ الرِّجلَ الأخرى، ولَبِسَ الخُفَّ عليها، ثم أكمَلَ الطهارةَ قبل الحدث جاز هكذا في فتاوى قاضي خان. ولو غَسَلَ رِجليه، ولَبِسَ خُفَّيه ثم أحدَثَ قبل الإكمال، لم يَجُز المسحُ، كذا في الكافي. ولو لَبِسَ خُفَّيه مُحدِثاً، وخاضَ الماءَ حتى دَخَلَ الماءُ، وانغَسَلَت رِجلاه، وأتَمَّ سائرَ الأعضاء، ثم أحدَثَ جاز المسحُ عليه. كذا في التبيين... الجُنُبُ إذا اغتَسَلَ، وبَقِيَ على جَسَدِه لُمعَةٌ، فلَبِسَ الخفَّ، ثم غَسَلَ

اللُّمعَةَ، ثم أحدَثَ يَمسَحُ، كذا في الخلاصة... ولو بَقِيَ من أعضاء الوضوء لُمعَة لم يُصِبهَا الماءُ، فأحدَثَ قبل غَسلِهَا لايَمسَحُ، هكذا في التبيين.

(الفتاوى الهندية: ١/ ٣٣، ط: دار الفكر بيروت، ١/ ٨٢، ط: اتحاد/ زكريا، ديوبند)

وإنما يجوز المسح إذا لَبِسَ الخفَّ على طهارة كاملة لحديث المغيرة بن شعبة -رضي الله تعالى عنه- أنَّ النبي -ﷺ- قال حين مَسَحَ على خُفَّيه: إني أدخلتهما وهما طاهرتان. (المبسوط: ١/ ٩٩، ط: دار المعرفة بيروت)

قال ابن عابدين: وخرج أيضا ما لو توضأ الجنب، ثم تخفَّفَ، ثم أحدَثَ، ثم غَسَلَ باقي بدنه لا يَمسَحُ. أما على الصحيح من عدم تَجَزِّي الحَدَثِ ثبوتاً وزوالاً فظاهر، وأما على مقابله فلعدم التمام، ولم أرَ من تَعَرَّضَ لهذه المسألة من أئمتنا، تأمل، وتعلم بالأولى من قوله: كلُمعَة.

(رد المحتار مع الدر المختار: ١/ ٢٧١، ط: دار الفكر بيروت)

آٹھویں شرط:

مسح کرنے والا جنبی نہ ہو

اگر کسی پر غسل فرض ہو گیا، تو اُس کے لیے خفین پر مسح کرنا جائز نہیں ہے؛ بلکہ خفین اتار کر دونوں پیروں کو دھونا ضروری ہے۔

قال الحصكفي: (لا لجنب) وحائض. قال ابن عابدين: فالصحيح في تصويره ما في المجتبى فيما إذا توضأ، ولَبِسَ، ثم أجنب، ليس له أن يَشُدَّ خُفَّيه فوقَ الكعبين، ثم يَغتَسِلُ ويَمسَحُ. اهـ (رد المحتار مع الدر المختار: ١/ ٢٦٦، ط: دار الفكر بيروت، ١/ ٤٣٣، ط: زكريا، ديوبند، ٢/ ١٨٤، ط: فرفور، دمشق)

قال السرخسي: وإنما يجوز المسح من كلِّ حَدَثٍ موجب للوضوء دونَ الاغتسال لحديث صفوان بن عَسَّال المرادي -رضي الله عنه- قال: كان رسولُ الله -ﷺ- يأمرُنا إذا كُنَّا سفرا أن لا ننزع خِفافَنا ثلاثة أيام ولياليها إلا من

جنابة، ولكن من بول، أو غائط، أو نوم. (المبسوط: ۱/ ۹۹، ط: دار المعرفة، بيروت)

قال الكاساني: ولأن الجواز في الحدث الخفيف لدفع الحرج، لأنه يتكرّر ويغلب وجوده فيلحقه الحرج، والمشقّة في نزع الخف، والجنابة لا يغلب وجودها، فلا يلحقه الحرج في النزع.

(بدائع الصنائع: ۱/ ۱۰، ط: دار الكتب العلمية، بيروت، ۱/ ۸۳، ط: زكريا، ديوبند)

ولا يجوز المسح لمن أجنب بعد لبس الخف أو قبله.

(الفتاوى الهندية: ۱/ ۳۳، ط: دار الفكر، بيروت، ۱/ ۸۴، ط: اتحاد/ زكريا، ديوبند)

جنبی کے لیے مسح کے جائز ہونے کی ایک صورت

اگر جنبی کے پاس غسل کے لیے پانی نہیں تھا، جس کی وجہ سے اُس نے تیمم کیا، پھر اُس کو حدث لاحق ہوگیا اور اتنا پانی مل گیا کہ وہ وضوء کر سکے، لہذا اُس نے وضوء کیا اور دونوں پاؤں دھوئے، پھر موزے پہنے، تو ایسی صورت میں اب اُس کے لیے دوبارہ وضوء کے وقت موزوں پر مسح کرنا جائز ہے؛ لیکن اگر غسل کے لیے پانی مل گیا، تو اُس کی جنابت لوٹ آئے گی اور مسح بھی باطل ہو جائے گا۔

قال الحصكفي: فلو تيمّم للجنابة، ثم أحدث، صار محدثًا لا جنبًا، فيتوضأ، وينزع خفّيه، ثم بعده يمسح عليه ما لم يمرّ بالماء.

قال ابن عابدين: (قوله: فيتوضأ إلخ) تفريع على التفريع، أي: وإذا صار محدثًا، فيتوضّأ حيث وَجَدَ ما يكفيه للوضوء فقط ولو مرّةً مرّةً، ولكن لو كان لَبِسَ الخُفَّ بعد ذلك التيمم، وقبل الحدث، ينزعه ويغسل؛ لأن طهارته بالتيمم ناقصة معنًى، ولا يمسح إلا إذا لَبِسَه على طهارة تامة، وهي طهارةُ الوضوء، لا طهارةُ التيمم على ما سيأتي؛ نعم بعدما توضّأ، أو غسَلَ رجلَيه يمسح؛ لأنه لَبِسَ على وضوء كامل، والمَسحُ للحدث لا للجنابة إلا إذا مرّ

بالماء الكافي للغسل، فحينئذ لا يمسح؛ بل يبطل تيممه من أصله ويعود جنباً على حاله الأول؛ فلو جاوز الماء ولم يغتسل، يتيمم للجنابة، ثم إذا أحدث، ووجد ما يكفيه للوضوء فقط، توضأ ونزع الخف وغسل؛ لأن الجنابة لا يمنعها الخف كما سيأتي، ثم بعده يمسح ما لم يمر بالماء، وهكذا.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۲۵۵، باب التيمم، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۲۴۲، باب التيمم، ط: زكريا ديوبند، ۲/ ۱۵۱، باب التيمم، ط: فرفور دمشق)

قال ابن عابدين: وفي القهستاني: (إذا كان للجنب ماء يكفي لبعض أعضائه أو للوضوء، تيمم، ولم يجب عليه صرفه إليه إلا إذا تيمم للجنابة، ثم أحدث، فإنه يجب عليه الوضوء؛ لأنه قدر على ماء كاف) (رد المحتار: ۱/ ۲۳۲، باب التيمم، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۳۹۵، ط: زكريا ديوبند، ۲/ ۷۶، ط: فرفور دمشق)

إذا تيمم للجنابة، وتوضأ للحدث، وغسل رجليه ثم لبس خفيه، فإنه كلما توضأ، يجوز له المسح في المدة، فإن عاد جنباً برؤية الماء، فكأنه أجنب الآن، هكذا في المضمرات.

(الفتاوى الهندية: ۱/ ۳۳، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۸۴، ط: اتحاد/ زكريا ديوبند)

تیمم کرنے والے کا مسح

اگر کسی شخص نے وضو یا غسل کے بدلے پانی نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کر لیا اور خفین پہن لیے، تو اب پانی ملنے کے وقت اُس کے لیے موزے پر مسح جائز نہیں ہوگا؛ بلکہ موزے اتار کر پیروں کا دھونا ضروری ہوگا۔

قال الحصكفي: خرج الناقض حقيقة كلمعة أو معنى كمتيمم.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۲۶۰، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۳۵۳، ط: زكريا، ديوبند ۲/ ۲۰۲، ط: فرفور دمشق)

لا يجوز المسح للمحدث المتيمم، هكذا في خزانة المفتين.

(الفتاوى الهندية: ۱/ ۳۳، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۸۲، ط: اتحاد/ زكريا، ديوبند)

مسنون غسل کرتے وقت بھی خفین اتارنا ضروری ہے؟

مسنون غسل کرنے میں بھی خفین اتارنے ضروری ہیں، اس کے بغیر غسل مسنون ادا نہیں ہوگا۔

قال الحصكفي: ثم ظاهره جواز مسح مغتسل جمعة ونحوه، وليس كذلك على ما في المبسوط، ولا يبعد أن يجعل في حكمه، فالأحسن لمتوض لا لمغتسل. قال ابن عابدين: (قوله: ولا يبعد إلخ) أي: لا يبعد أن يجعل غسل الجمعة في حكم غسل الجنابة، يعني: أن كلام المبسوط غير بعيد. اهـ ح. ووجهه أن ماهية الغسل المسنون هي ماهية غسل الجنابة، وهي غسل جميع ما يمكن غسله من البدن؛ فقوله: (لا لجنب) نفي لمشروعية المسح في الغسل سواء كان عن جنابة أو غيرها. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۲٦۷، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۴۴۸، ط: زكريا، ديوبند، ۲/ ۱۸۹، ط: فرفور، دمشق)

نویں شرط:

مسح کا موزے کے ظاہری سطح پر ہونا

مسح کا موزے کے اوپر ظاہری سطح پر ہونا ضروری ہے۔

تلوے، ایڑی، ٹخنے اور پنڈلی پر مسح

خفین میں نیچے تلوے کی طرف یا صرف ایڑیوں کی طرف یا موزے کے دونوں کناروں پر یا ٹخنے کے اوپر یا پنڈلی پر مسح کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے۔

قال الحصكفي: ومحله (على ظاهر خفيه) قال ابن عابدين: (قوله: على

ظاهر خُفِّه) لبدنه، إذ لا يجوزُ المسحُ على الباطن، والعقب، والساق. دُرَر.

(الدر المختار مع رد المحتار ۱/۲۶۴، ط: دار الفكر بيروت، ۱/۴۴۸، ط: زكريا، ديوبند، ۲/۱۹۱، ط: فرفور دمشق)

قال الحلبي: ولو مَسَحَ على باطن خُفِّه، أو من قِبَلِ العقبين أو من جوانبهما، أي: جوانب الرِّجلين لا يجوزُ مسحه، لأن الأحاديثَ المشهورةَ التي ثَبَتَ بها المسحُ على خلاف القياس، إنما وَرَدَتْ بالمسح على أعلاه، فلا يجوزُ على ماسواه، لأنه خلافُ المحلِّ الذي وَرَدَ به النَّصُّ، وأما مخالفةُ الكيفية كالابتداء من جهة السَّاق إلى الأصابع، فلا تضرُّ، لأن الكيفيةَ غيرُ مقصودة بالذات بخلاف المحل إلا أنه قد يقال: كميته أيضاً مقصودة بالذات، أي: المقدار، فينبغي أن لا يجوزَ الاقتصارُ على قدر ثلث أصابع بالقياس من غير نصٍّ، والله تعالى أعلم. (غنية المستملي ص: ۹۲، ط: دار الكتاب، ديوبند)

ولا يجوزُ المسح على باطن الخف، أو عَقِبِه، أو ساقه، أو جوانبه، أو كَعْبِه، هكذا في التبيين.

(الفتاوى الهندية: ۱/۳۴، ط: دار الفكر بيروت، ۱/۸۶، ط: اتحاد/زكريا، ديوبند)

کیا خفین کے نچلے حصے پر مسح مستحب ہے؟

احناف کے راجح اور صحیح قول کے مطابق خفین میں مسح کا محل صرف ظاہری حصہ ہے، خفین کے نیچے کا حصہ جو زمین سے لگتا ہے، وہ مسح کا محل نہیں ہے، لہذا جس طرح اس حصے پر مسح کرنے سے مسح کا فرض ادا نہیں ہوگا، اسی طرح اس پر مسح کرنا مستحب بھی نہیں ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر دین میں عقل کا دخل ہوتا، تو خفین کے نچلے حصے پر مسح مشروع ہوتا؛ لیکن میں نے خود حضور ﷺ کو خفین کے ظاہری حصے پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

قال الحصكفي :ويُستَحَبُّ الجمعُ بين ظاهرو باطن ظاهر. قال ابن عابدين: (قوله:ويُستحَبُّ الجمعُ إلخ) المرادُ بالباطن أسفلُ ممَّا يلي الأرضَ، لا مَا يلي البَشرَةَ، كما حَقَّقَهُ في شرح المنية، خلافاً لما في البدائع. هذا وماذكره الشارح تَبِعَ فيه صاحبَ النهر، حيث قال: (لكن يُستَحَبُّ عندنا الجمعُ بين الظاهر و الباطن في المسح، إلا إذا كان على باطنه نجاسة، كذا في البدائع) اهـ.

وأقول: الذي رأيته في نسختي البدائع، نَقَلَه عن الشافعي، فإنه قال: (وعن الشافعي أنه لو اقتصرَ على الباطن لا يجوز، والمستحَبُّ عنده الجمع إلخ) فضميرُ الغيبة راجع إلى الشافعي، وهكذا رأيته في التاتارخانية. وقال في الحلبة: (المذهب عند أصحابنا أنَّ ما يلي ظهر القدم من الخُفِّ، ليس بمَحَلٍّ للمسح، لا فرضاً، ولا سُنَّةً، وبه قال أحمد، وقال الشافعي: يُسَنُّ مسحهما)

وقال في البحر: (وفي المحيط: ولا يُسَنُّ مسح باطن الخُفِّ مع ظاهره خلافاً للشافعي؛ لأن السُنةَ شُرِعَت مُكَمِّلَةً للفرائض، والإكمالُ إنما يتحَقَّقُ في محلِّ الفرض، لا في غيره. اهـ وفي غيره نفي الاستحباب، وهو المراد) اهـ كلام البحر. أي: وفي غير المحيط قال: لا يُستحَبُّ، وهو المرادُ من قول المحيط: (لا يُسَنُّ).

وفي معراج الدراية: (السُنةُ عند الشافعي ومالك مسحُ أعلى الخف وأسفلِه لما رُوي أنه - ﷺ - مَسَحَ أعلَى الخُفِّ وأسفلَه ، وعندنا وأحمد لا مَدخَلَ لأسفَلِه في المسح لحديث علي - رضي الله عنه -: لو كانَ الدِّينُ بالرأي، لكان أسفلُ الخُفِّ أولى بالمسح عليه من ظاهره، وقد رأيتُ رسولَ الله - ﷺ - يمسَحُ على الخفين على ظاهرهما، رَوَاه أبو داود وأحمد والترمذيُّ، وقال: حديث حسن صحيح، وما رَوَاه الشافعيُّ شاذ لا يُعَارِضُ هذا مع أنه ضَعَّفَه أهلُ الحديث، ولهذا قيل: إنه يُحمَلُ على الاستحباب إن ثَبتَ. وعن بعض مشايخنا:

يُستَحَبُّ الجمع) اهـ.

فقد ظَهَرَ أن استحباب الجمع قول لبعض مشايخنا، لا كما نَقَلَه في النهر: (من أنه المذهب) فتَنَبّه لذلك ولله الحمد (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۷۸، ط: دار الفكر بيروت، ۱ /۳۹۹، ط: زكريا، ديوبند، ۲ /۱۰۳، ط: فرفور، دمشق)

قال ابن عابدين: (قوله: وفي غيره نفي الاستحباب) أي: في غير المحيط نفي استحباب مسح باطن الخف مع ظاهره، وهو المراد من قول المحيط: ولا يُسَنُّ، لكن في النهر عن البدائع: يُستَحَبُّ عندنا الجمعُ بين الظاهر والباطن في المسح إلا إذا كان على باطنه نجاسة اهـ. أقول: وهكذا رأيته في شرح القُرَتوِيَّة، وكذا في شرح الهداية للعيني معزياً للبدائع أيضاً، لكن الذي رأيته في نُسختي البدائع عزوه إلى الشافعي، فإنه قال: وعن الشافعي أنه لو اقتصرَ على الباطن لا يجوزُ والمُستَحَبُّ عنده الجمع إلخ وهكذا رأيته في التتارخانية، حيث قال: محلُّ المسح ظاهرُ الخف دون باطنه، وقال الشافعي: المسحُ على ظاهر الخُفّ فرض، وعلى باطنه سنة، والأولى عنده أن يَضَعَ يدَه اليمنى على ظاهر الخُف، ويدَه اليسرى على باطن الخف، ويَمسَحُ بهما كلَّ رِجله اهـ. فالتميز عنده للشافعي كما لا يخفى، نعم ذُكِرَ في المعراج: أن الاستحباب قول لبعض مشايخنا أيضاً.

(منحة الخالق على البحر الرائق: ۱/ ۱۸۰، ط: دار الكتاب الإسلامي، ۱/ ۲۹۹، ط: زكريا، ديوبند)

قال المرغيناني: والمسحُ على ظاهرهما خطوطاً بالأصابع. قال العيني: م: (والمسحُ على ظاهرهما) ش: أي: محلُّ المسح على ظاهر الخفين، وهو المستحبُّ عندنا، ومسحُ أسفَلِ الخُفَّين غيرُ مُستَحَبٍّ.

(البناية: ۱/ ۵۸۸، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

عن علي رضي الله عنه قال: لو كان الدين بالرأي؛ لكان أسفلُ الخُفّ

أولى بالمسح من أعلاه، وقد رأيت رسولَ الله ﷺ يمسح على ظاهرِ خُفّيه.

(أبو داود، رقم: ۱۶۲، باب كيف المسح) قال العسقلاني رواه أبو داود بإسناد حسن.

(بلوغ المرام: ۲۰، ط: دار أطلس للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية)

تحقیق شامی

باطن خف پر مسح کی شرعی حیثیت

فقہ حنفی کی بعض کتابوں میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک خفین کے ظاہری اور باطنی دونوں حصوں پر مسح کرنا مستحب ہے، علامہ شامیؒ نے اس کا جائزہ پیش فرمایا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ علامہ حصکفیؒ، صاحب النہر الفائق اور علامہ کاسانی نے لکھا ہے کہ اگر خفین کے نچلے حصے پر نجاست نہ لگی ہو، تو اس پر مسح کرنا مستحب ہے، علامہ شامی فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں اصل علامہ کاسانی ہیں، انھوں نے بدائع الصنائع میں یہ مسئلہ امام شافعی سے نقل کیا ہے، لیکن اُن کی عبارت سے فقہاء کو اشتباہ ہوگیا اور یہ سمجھ لیا گیا کہ یہ علامہ کاسانی کا قول ہے، چنانچہ حلبۃ المجلی، البحر الرائق، معراج الدرایۃ وغیرہ کتابوں میں دلائل کے ساتھ یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ فقہ حنفی کا اصل مذہب یہ ہے کہ باطن خف کا مسح نہ مسنون ہے اور نہ مستحب، استحباب کا قول امام شافعی اور امام مالک کا ہے، اس لیے کہ جب باطن خف فرض مسح کا محل ہی نہیں ہے، تو اس پر مسح مستحب کیسے ہوسکتا ہے؟ اس لیے کہ استحباب فرض ہی کی تکمیل کے لیے ہوتا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشہور قول کہ اگر دین میں رائے کا دخل ہوتا، تو خفین کے ظاہری حصے کے بجائے نچلے حصہ میں مسح مشروع ہوتا، اس سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے کہ مسح کی مشروعیت میں نچلے حصے کا کوئی دخل نہیں ہے، امام شافعیؒ نے جس روایت سے استدلال کیا ہے، محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، لہذا فقہ حنفی کی جن

کتابوں میں باطن خف کے مسح کو مستحب قرار دیا گیا ہے، اس کو مذہب کا قول نہیں کہا
جاسکتا زیادہ سے زیادہ اس کو بعض مشائخ کا قول کہہ سکتے ہیں۔

فائدہ:

جس حدیث کے بارے میں علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ امام شافعیؒ نے اس سے
استدلال کیا ہے، وہ ترمذی شریف میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی حدیث ہے کہ
حضور ﷺ نے خفین کے اوپر اور نیچے دونوں حصے پر مسح فرمایا۔

محدثین کی تصریح کے مطابق یہ حدیث معلول ہے۔ امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو
معلول قرار دیا ہے، امام ابوداؤدؒ نے اس کو منقطع قرار دیا ہے، علامہ کشمیریؒ نے لکھا
ہے کہ حضرت مغیرہؓ کی یہ روایت ساٹھ طریقوں سے منقول ہے؛ لیکن ترمذی کی
حدیث باب کے علاوہ کسی بھی روایت میں اسفل خف پر مسح کرنے کا ذکر نہیں
ہے۔ اعلاء السنن میں حضرت علامہ عثمانیؒ نے ترمذی کی بیان کردہ وجہ علت سے
اگرچہ اختلاف کیا ہے؛ لیکن امام ابوداؤدؒ کے قول سے اتفاق کیا ہے اور اگر کسی
درجہ میں اس حدیث کو قابل استدلال مان بھی لیا جائے، تب بھی یہ کہا جائے گا کہ
اصل میں آپ ﷺ نے صرف ظاہری حصے پر مسح فرمایا تھا؛ لیکن موزوں کی سختی کی
وجہ سے اسفل خف کو پکڑا تھا، جس کو راوی نے مسح علی الاسفل سے تعبیر کردیا یا اسفل
مسح میں مسح کو لغوی معنی پر محمول کرتے ہوئے یہ کہا جائے گا کہ آپ ﷺ نے نچلے
حصے کے گرد وغبار کو صاف فرمایا تھا۔ لہٰذا صحیح قول یہی ہے کہ خفین کے نچلے حصے پر
مسح مشروع ہی نہیں ہے، نہ مسنون ہے اور نہ مستحب، احناف کا اصل مذہب یہی
ہے، اسی وجہ سے احناف کا تعامل بھی یہی چلا آرہا ہے۔

بعض فقہاء نے نچلے حصے پر مسح کے استحباب پر استدلال میں مسح راس کے حکم کو پیش
کیا ہے؛ لیکن علامہ ابن مازہؒ نے المحیط البرہانی میں اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا
ہے کہ مسح علی الخفین کو مسح راس پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے، دونوں کے حکم میں فرق
ہے، مسح راس میں پورا سر مسح کا محل ہے، کسی بھی حصے میں بقدر فرض مسح کیا جاسکتا

ہے؛ لیکن مسح علی الخفین میں صرف نچلے حصے پر مسح کرنا بالاجماع ناکافی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ باطن خف سرے سے مسح کا محل ہی نہیں ہے۔

(الترمذي، باب المسح على الخفين أعلاه وأسفله رقم: ۹۰) (أبوداود، رقم: ۱۶۵ باب كيف المسح) قال العسقلاني رواه أبو داود بإسناد حسن (بلوغ المرام: ۲۰. ط: دار أطلس للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية) (العرف الشذي: ۱۳۰، باب ما جاء في المسح على الخفين: أعلاه وأسفله ط: دار إحياء التراث العربي، بيروت) (إعلاء السنن: ۱/ ۳۳۳، باب طريقة المسح على الخفين، ط: إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراتشي، أشرفية، ديوبند) (معارف السنن: ۳۳۳، باب في المسح على الخفين أعلاه وأسفله ط: ايچ ايم سعيد كمپني، كراچي) (المحيط البرهاني: ۱/ ۱۶۹. ط: دار الكتب العلمية بيروت)

دسویں شرط:

قدم کے اوپری حصہ میں مقدار فرض کا باقی رہنا

موزوں پر مسح صحیح ہونے کی یہ بھی شرط ہے کہ ہاتھ کی چھوٹی تین انگلیوں کے بقدر قدم کا اوپری حصہ باقی ہو، لہذا اگر کسی شخص کا پیر اتنا کٹ گیا کہ ہاتھ کی چھوٹی تین انگلیوں کے بقدر بھی پیر کا اوپری حصہ باقی نہیں بچا، اگرچہ ایڑی کا حصہ باقی ہو، تو اس کے لیے اتنے کم حصے پر موزے پہن کر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

قال الحصكفي: ولو قُطِعَ قَدَمُه، إن بَقِيَ من ظَهرِه قدرُ الفرض، مَسَحَ وإلا غَسَلَ كمَن قُطِعَ من كَعبِه. قال ابن عابدين: (قوله: من ظهره) أي: القدم، وقُيِّدَ به؛ لأنه محلُّ المسح، فلا اعتبارَ بما يَبقى من العَقِب، "ط". (قوله: وإلا غَسَلَ) أي: غَسَلَ المقطوعةَ والصَّحيحةَ أيضاً؛ لئلا يلزَمَ الجمعُ بين الغَسل والمسح. (قوله: من كعبه) أي: من المفصَل لوجوب غَسلِه، كما في المنية، فيغسِلُ الرِّجلَ الأخرى، ولا يَمسَحُ. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۲۷۳، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۴۵۸، ط: زكريا، ديوبند، ۲/ ۲۰۷، ط: فرفور دمشق)

گیارہویں شرط:

موزوں کا اتنا پھٹا ہوا نہ ہونا جو مسح کے لیے مانع ہے۔

☆

چوتھا باب

موزوں کی قسمیں: تعریف اور حکم

موزوں کی قسمیں:

موزوں کی کل تین قسمیں ہیں:

(۱) خف (۲) جورب (۳) جرموق

ہر قسم کی تعریف اور اس کا حکم بیان کیا جاتا ہے۔

خف کی تحقیق

عربی زبان میں خف کے معنی چمڑے کے موزہ کے آتے ہیں اور اصطلاح شرع میں خف اس چیز کو کہتے ہیں جو چمڑے یا چمڑے جیسی چیز سے بنائی جائے جو ٹخنوں تک یا پنڈلی تک پیروں کو ڈھانک لے اور پاؤں سے متصل ہو اور اس میں پانی نہ چھن سکے۔ تثنیہ کا صیغہ اس لیے بولا جاتا ہے کہ بلا عذر صرف ایک موزے پر مسح جائز نہیں ہے۔

وجہ تسمیہ

موزہ کو خف اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں مسح کرنے والے کے لیے خفت یعنی: ہلکا پن ہے، پیر دھونے کے مقابلے میں مسح کرنا آسان ہے۔

قال ابن نجيم: والخفُّ في الشّرع اسم للمتّخذ من الجلد السّاتر للكعبين فصاعداً، وما ألحق به، وسُمّيَ الخُفُّ خفاً من الخِفّة؛ لأن الحكمَ خُفّ به من الغسل إلى المسح.

(البحر الرائق: ۱/۱۷۳، ط: دار الكتاب الإسلامي، ۱/۲۸۷، ط: زكريا، ديوبند)

قال الحصكفي: والخف شرعاً: الساتر للكعبين فأكثر من جلد ونحوه. قال ابن عابدين: وثنّى الخُفَّ؛ لأنه لا يجوز المسح على خف واحد بلا عذر. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۲۶۰، ط: دار الفكر بيروت، ۱/۴۳۳، ۴۳۶، ط:

(زکریا، دیوبند ۲/۱۷۲، ۱۷۳، ط:نعمانیہ دمشق)

جورب کی تعریف

چمڑے کے موزوں کو عربی میں خف کہتے ہیں اور جو موزے چمڑے کے علاوہ دیگر چیزوں کے ہوتے ہیں، اُن کو جورب کہتے ہیں، یہ فارسی لفظ ہے، اس کی اصل گورپا (پاؤں کی قبر) ہے۔

جرموق کی تعریف

جرموق ایسے موزے کو کہتے ہیں، جو خفین کے اوپر پہنا جاتا ہے، تاکہ خفین کی مٹی، گرد وغیرہ سے حفاظت رہے، اس کو عربی میں موق بھی کہتے ہیں، جرموق چمڑے اور کپڑے دونوں طرح کا ہوتا ہے؛ البتہ مشہور قول کے مطابق جرموق چمڑے کا ہوتا ہے۔

قال ابن عابدین: (قوله: أو جرموقیه) بضم الجیم: جلد یلبس فوق الخف لحفظه من الطین وغیره علی المشهور، فهستاني، ویقال له الموق، ولیس غیره کما أفاده في البحر. (رد المحتار مع الدر المختار: ۱/ ۲۶۸، ط: دار الفکر بیروت، ۱/ ۴۵۰، ط: زکریا، دیوبند ۲/ ۱۹۵، ط: نعمانیہ دمشق)

قال الحلبي: الجرموق: ما یلبس فوق الخف وقایۃ له، وقد یکون من الجلد، ومن الکرباس، ومن غیرهما.

(غنیۃ المستملي ص: ۱۰۷، ط: دار الکتاب، دیوبند)

جورب کی قسمیں

جورب کی بنیادی دو قسمیں ہیں:

(۱) ثخین (دبیز، موٹا)   (۲) رقیق (پتلا، باریک)

ثخین :

وہ موزہ ہے جس میں تین شرطیں ایک ساتھ پائی جائیں، خواہ وہ اونی ہو یا سوتی۔

(۱) اتنا موٹا ہو کہ پانی چھن کر اندر نہ جائے۔

(۲) اپنی ضخامت کی وجہ سے پنڈلی پر کسی چیز سے باندھے بغیر رک جائے اور آج کل جو سوتی، اونی اور نائیلون کے موزے عام طور پر استعمال ہوتے ہیں، ان کے اندر ربڑ ہوتی ہے جس کے ذریعے موزہ رکا رہتا ہے یہ کنا مراد نہیں ہے۔

(۳) ان کو پہن کر ایک فرسخ یعنی: تین میل شرعی تقریباً ساڑھے پانچ کلو میٹر چلنا ممکن ہو۔

قال الحلبي: قال في المغرب: شَفَّ الثوب إذا رقّ، حتى رأيت ما وراءه، من باب ضرب، ومنه إذا كانا ثخينين لا يَشِفَّان، ونفي الشُّفوف تأكيد للثخانة، وأما "يَنشِفَان" فخطأ انتهى. قيل: أي: خطأ في هذا الموضع، وليس بخطأ مطلقاً، فإنه يقال: نَشَفَ الماء بالثوب يَنشِفه من باب ضرب أي: جففه، لكن في فتاوى قاضيخان ذكر كِلَا اللفظين "يَشِفُّ" و "يَنشِف" ثم قال: معنى قوله: لا يَشِفَّان أي: لا يجاوز الماء إلى القدم، ومعنى قوله: لا يَنشِفَان أي: لا يَنشِف الجورب الماء إلى نفسه كالأديم والصَّرْمِ انتهى، فجعل معنى الشَّفِ نفوذ الماء إلى القدم، ومعنى النَّشف جذب الجورب الماء إلى نفسه، فحينئذ كِلا المعنيين صحيح قريب من الآخر، فإن الجورب إذا كان بحيث لا يجاوز الماء منه إلى القدم، فهو بمنزلة الأديم والصَّرْم في عدم جذب الماء إلى نفسه إلا بعدَ لُبث وذلك بخلاف الرقيق، فإنه يجذب الماء وينقله إلى الرِّجل في الحال.

وحدُّ الجورب الثَّخين أن يَستمسِك أي: يَثبت ولا يَسترسِلُ على الساق من غير أن يَشُدَّه بشيء، هكذا فسّروه كلُّهم، وينبغي أن يُقيَّد بما إذا لم يكن ضيقاً؛ فإنا نشاهد ما يكون فيه ضيق، يَستمسِك على الساق من غير شدٍّ ولو كان من

الكرباس. والحدُّ بعدم جذب الماء كما في الأديم على ما فُهِمَ من كلام قاضيخان أقرب وبما تضمَّنَه وجهُ الدليل - وهو ما يمكنُ فيه متابعةُ المشي - أصوب. قال نجم الدين الزاهدي: فإن كان ثخيناً يمشي معه فرسخاً، فصاعداً كجوارب أهل مَرْو فعلى الخلاف انتهى. وفي الخلاصة: إن كان الجورب من الشَّعر، فالصحيحُ أنه لو كان صلباً مستمسكاً، يمشي معه فرسخاً أو فراسخ على هذا الخلاف انتهى. فهذا هو الذي ينبغي أن نعوّلَ عليه.

(غنية المستملي، ص: ۱۰۵، ۱۰۶، ط: دار الكتاب ديوبند)

قال ابن نجيم: والثخين أن يقوم على الساق من غير شد، ولا يسقُطُ، ولا يَشِفُّ. قال ابن عابدين: (قوله: والثخين أن يقوم على الساق إلخ) الذي استصوبه العلامة الحلبي حدّه بما تضمنه وجهُ الدليل، وهو ما يمكن فيه متابعة المشي وقواه بكلام الزاهدي. (البحر الرائق مع منحة الخالق ۱: ۳۲۰، ط: زكريا، ديوبند، ۱: ۱۹۳، ط: دار الكتاب الإسلامي)

رقیق

اگر مذکورہ تینوں شرطیں بیک وقت نہ پائی جائیں، تو ایسے موزوں کو رقیق کہتے ہیں۔

ثخین اور رقیق کی قسمیں

ثخین اور رقیق میں سے ہر ایک کی تین تین قسمیں ہیں:

مجلد　　منعل　　سادہ

مجلد

وہ موزہ ہے جس کے اوپر نیچے مکمل چمڑا چڑھا دیا گیا ہو۔

قال المطرزي: جورب مُجَلَّد: وُضِعَ الجلدُ على أعلاه وأسفله.

(المغرب مادة: الجيم مع اللام)

الجورب المُجَلَّد: وهو الذي وُضِعَ الجلدُ على أعلاه وأسفَلِه، هكذا في الكافي. (الفتاوی الہندیة: ۱/ ۳۲، ط: دار الفکر بیروت، ۱/ ۸۵، ط: اتحاد/زکریا، دیوبند)

منعّل

ظاہر الروایہ کے مطابق منعّل ایسے موزے کو کہتے ہیں جس کی صرف تلے پر چمڑا چڑھا دیا گیا ہو۔

قال المطرزي: (وجورب مُنَعَّل) ومُنعَّل: وهو الذي وُضِعَ على أسفَلِه جِلدَة كالنَّعل للقدم. (المغرب، مادة: النون مع العين) **وقال الحلبي: مُجلَّدَين أي: استوعَبَ الجلدُ ما يستُرُ القَدَمَ إلى الكَعبِ، أو مُنَعَّلَين، أي: جُعِلَ الجلدُ على ما يلي الأرضَ منهما خاصَّةً، كالنَّعل للرَّجُل.**

(غنیة المستملي ص: ۱۰۵، ط: دار الفکر بیروت)

والمُنَعَّلُ: وهو الذي وُضِعَ الجلدُ على أسفَلِه كالنَّعل للقدم، هكذا في السّراج الوهّاج.

(الفتاوی الہندیة: ۱/ ۳۲، ط: دار الفکر بیروت، ۱/ ۸۵، ط: اتحاد/زکریا، دیوبند)

قال ابن عابدين: (قوله: ما جُعِلَ على أسفَلِه جلدة) أي: كالنَّعل للقَدَم، وهذا ظاهرُ الرِّواية. (رد المحتار مع الدر المختار: ۱/ ۲۷۰، ط: دار الفکر، بیروت، ۱/ ۴۵۲، ط: زکریا، دیوبند، ۲/ ۲۰۰ ط: فور، دمشق)

فائدہ:

عام طور پر کتابوں میں منعّل کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ ایسا موزہ جس کے صرف تلے پر چمڑا چڑھا دیا گیا ہو؛ لیکن بعض ملکوں میں ایسے موزے پہنے جاتے ہیں جن پر تلے کے ساتھ ساتھ پنجے اور ایڑی پر بھی چمڑا چڑھا دیا جاتا ہے، یہ موزے بھی منعّل کے حکم میں ہیں۔

سادہ

ایسا موزہ جس پر بالکل چمڑا نہ چڑھایا گیا ہو۔

پھر رقیق منعل کی دو قسمیں ہیں:

سوتی اور اونی

لہٰذا کل سات قسمیں ہوئیں:

(۱) جورب ثخین مجلد (۲) جورب ثخین منعل

(۳) جورب رقیق مجلد (۴) جورب ثخین سادہ

(۵) جورب رقیق منعل سوتی (۶) جورب رقیق منعل اونی

(۷) جورب رقیق سادہ

پہلی تین قسموں کا شرعی حکم

پہلی تین قسمیں، یعنی: جورب ثخین مجلد (ایسا موزہ جس میں ثخانت کی تینوں شرطوں کے تحقق کے ساتھ اوپر نیچے مکمل چمڑا چڑھا ہوا ہو) جورب ثخین منعل (ایسا موزہ جس میں ثخانت کی تینوں شرطوں کے تحقق کے ساتھ صرف نیچے چمڑا لگا ہوا ہو) جورب رقیق مجلد (ایسا موزہ جس میں مکمل چمڑا چڑھا ہوا ہو؛ لیکن اس میں ثخانت کی کوئی ایک شرط نہ پائی جائے) ان تینوں قسموں پر بالاجماع مسح جائز ہے۔

قال الحصكفي: (أو جوربيه) ولو من غزل، أو شعر (الثخينين) بحيث يمشي فرسخاً، ويثبت على الساق، ولا يرى ما تحته، ولا يشف إلا أن ينفذ إلى الخف قدر الغرض... (والمنعلين) بسكون النون: ما جعل على أسفله جلدة (والمجلدين)... قال ابن عابدين: ما ذكره المصنف من جوازه على المجلد والمنعل متفق عليه عندنا۔

أقول: بل هو (قال الرافعي: أي: حکم المسألة في ذاته، وإن کان مخالفاً لما قال في حاشیة صدر الشریعة) مأخوذ من کلام المصنف، وکذا من قول الکنز وغیره: (وعلی الجورب المُجَلَّد والمنعَّل والثَّخین) فإن مفاده أن المُجَلَّدَ لا یتقیَّدُ بالثخانة.... وقال في شرح المنیة أیضاً: (صرَّح في الخلاصة بجواز المسح علی المُجَلَّد من الکِرباس) (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۶۹، ط: دار الفکر بیروت، ۴۵۱، ط: زکریا دیوبند، ۱۴۲، ط: فرفور دمشق)

قال ابن مازه: وأما إذا کان ثخیناً منعّلاً، وفي هذا الوجه یجوز المسح بلا خلاف. (المحیط البرهاني: ۱۷۰، ط: دار الکتب العلمیة بیروت)

قال البابرتي: المسح علی الجوربین علی ثلاثة أوجه: في وجه یجوز بالاتفاق وهو ما إذا کانا ثخینین منعَّلین (العنایة: ۱۵۲، ط: دار الفکر بیروت)

ویَمسَحُ علی الجورب المُجَلَّد وهو الذي وُضِعَ الجِلدُ علی أعلاه وأسفَلِه هکذا في الکافي.

(الفتاوی الهندیة: ۳۲، ط: دار الفکر بیروت، ۸۵، ط: اتحاد/زکریا دیوبند)

قال الکاساني: وأما المسح علی الجوربین، فإن کانا مُجلَّدین، أو منعَّلین، یُجزیه بلا خلاف عندَ أصحابنا.

(بدائع الصنائع: ۱۰، ط: دار الکتب العلمیة بیروت، ۸۳، ط: زکریا دیوبند)

چوتھی قسم کا شرعی حکم

چوتھی قسم، یعنی: جورب ثخین سادہ (ایسا موزہ جس میں ثخانت کی تینوں شرطیں پائی جائیں، لیکن اس پر بالکل چمڑا نہ چڑھا ہو) اس پر مسح کے سلسلے میں پہلے اختلاف تھا، صاحبین اور ائمہ ثلاثہ جائز کہتے تھے اور امام ابوحنیفہؒ ناجائز؛ مگر وفات سے تین دن یا سات دن پہلے امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا؛ اس

سے اب اس پر بھی بالاجماع مسح جائز ہے۔

قال السرخسي: حُكِي أن أبا حنيفة - رحمه الله تعالى - في مرضه مسح على جوربيه، ثم قال لعُوّاده: فعلتُ ما كنتُ أمنع الناس عنه، فاستدلّوا به على رجوعه. (المبسوط: ۱۰۲، كتاب الصلاة، باب المسح على الخفين، ط: دار المعرفة بيروت، المحيط البرهاني: ۱۷۰، الفصل السادس، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

قال العيني: م: (وعنه) ش: أي وعن أبي حنيفة م: (أنه رجع إلى قولهما) ش: أي: قول أبي يوسف ومحمد - رحمهما الله - وهو أنه مسح على جوربيه في مرضه، ثم قال لأصحابه: فعلتُ ما كنتُ أمنع الناس عنه، فاستدلوا به على رجوعه إلى قولهم، وقد صرّح بعضهم أنه رجع إلى قولهما قبل موته بسبعة أيام، وفي "فتاوى الكرخي": ثلاثة أيام. (البناية: ۲۱۱، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

پانچویں قسم کا شرعی حکم

پانچویں قسم، یعنی: جورب رقیق منعل سوتی (ایسا سوتی موزہ، جس میں ثخانت کی شرطیں نہ پائی جائیں اور اس کے نچلے حصے پر چمڑا چڑھا ہوا ہو) متقدمین کی کتابوں میں اس کا حکم صراحتاً مذکور نہیں ہے، بعض کتابوں سے دلالۃً اس پر مسح کا عدم جواز ثابت ہوتا ہے، البتہ متاخرین احناف کے نزدیک بالاتفاق مسح ناجائز ہے۔

قال الحلبي: قد ذكر نجم الدين الزاهديّ عن شمس الأئمة الحلواني أن الجوارب خمسة أنواع من المرعزي، والغزل، والشعر، والجلد الرقيق، والكرباس. وأما الخامس، فلا يجوز المسح عليه كيفما كان انتهى، ونحوه في التاتارخانية عنه. قال الحلبي: الكِرباس - بالكسر - اسم للثوب من القطن الأبيض، قاله في القاموس، قال: وهو معرّب فارسية بالفتح، ولكن يلحق به كلّ ما كان من نوع الخيط كالكتان، والإبريسم، ونحوهما بخلاف ما هو من

الصُّوف. (غنیۃ المستملی ص: ۱۰۲، ط: دار الکتاب دیوبند)

قال ابن عابدین: والکرباس ما نُسِجَ من مغزول القُطن. (منحۃ الخالق علی البحر الرائق: ۱/۱۹۲، ط: دار الکتب الاسلامیہ ۱/۳۱۸، ط: زکریا، دیوبند)

چھٹی قسم کا شرعی حکم

چھٹی قسم، یعنی: جورب رقیق منعّل اونی (ایسا اونی موزہ، جس میں ثخانت کی شرطیں نہ پائی جائیں؛ البتہ وہ کچھ دبیز ہو، بہت باریک نہ ہو اور اُس کے نچلے حصے پر چمڑا چڑھا ہوا ہو) اکثر فقہائے احناف کے نزدیک اس پر مسح صحیح نہیں ہے۔

جورب رقیق اونی منعّل کے بارے میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی تحقیق

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے جورب رقیق منعّل اونی سے متعلق فقہائے احناف کے اقوال کا جائزہ پیش کرنے کے بعد دلائل کی روشنی میں راجح قول کو تفصیل سے واضح کیا ہے، مناسب معلوم ہوتا کہ حضرت مفتی صاحب کی بحث کا خلاصہ ان ہی کی تحریر میں یہاں منسلک کر دیا جائے، تاکہ متن میں بیان کردہ راجح قول کو مکمل بصیرت کے ساتھ سمجھا جا سکے۔

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں:

”رقیق منعّل کے متعلق متقدمین حنفیہ کے کلمات یا ساکت ہیں یا عدم جواز کے قائل اور متاخرین حنفیہ بھی اس پر متفق ہیں کہ معمولی سوتی جرابوں کو منعّل کر لیا جائے، تو وہ مسح کے لیے کافی نہیں، صرف وہ اونی جرابیں متاخرین میں زیر بحث واختلاف ہیں، جو دبیز اور مضبوط ہوں، مگر ثخین کی حد میں داخل نہ ہوں، جب ان

کو منتقل کر دیا جائے۔ یعنی: ٹخنے پر پائتابے اور بیچ والی پر چمڑا لگا دیا جائے، باقی قدم پر چمڑا نہ ہو، اس پر مسح کو بعض حضرات جائز فرماتے ہیں، بعض ناجائز۔
زیادہ تر مشائخ متاخرین اس پر بھی عدم جواز ہی کے قائل ہیں، جواز کی تصریح صرف شارح منیہ (علامہ حلبیؒ) علامہ شامیؒ اور شیخ عبدالغنی نابلسی سے منقول ہے اور وہ بھی اس کو خلاف تقویٰ قرار دیتے ہیں، ان کے مقابلے میں صاحب الدر المختار نے مستقل رسالہ عدم جواز پر لکھا ہے اور خود شامی نے اس قول کی تائید متعدد مشائخ سے نقل کی ہے اور خود حلبی کی تصریح عدم جواز پر ذکر فرمائی ہے، ان کے علاوہ صاحب بدائع، صاحب خلاصہ، صاحب بحر، عالمگیری، طحاوی، مراقی الفلاح سب عدم جواز پر متفق ہیں۔
اس اختلاف کے ساتھ جب اصول پر نظر کی جائے، تو واضح ہوتا ہے کہ اصل فریضہ پاؤں دھونا ہے، جو نص قرآنی سے ثابت ہے، خفین پہننے کی صورت میں احادیث متواترہ سے ثابت ہوگیا کہ مسح بھی کافی ہے، اب اس حکم کو خفین سے متجاوز کرکے جرابوں میں جاری کرنا بھی اس شرط کے ساتھ ہونا چاہیے کہ ان جرابوں کا بحکم خفین ہونا اور تمام شرائط خفین کا ان میں متحقق ہونا یقینی طور پر ثابت ہو جائے اور جس جراب میں شک رہے کہ وہ بحکم خفین ہے یا نہیں اور شرائط خفین اس میں متحقق ہیں یا نہیں، اس پر مسح کی اجازت نہ دی جائے بقاعدہ الیقین لا یزول بالشک۔
اور اسی احتیاط کی بناء پر حضرت امام مالک اور امام شافعی نے ثخین جرابوں پر بھی جواز مسح کے لیے پورا مجلد ہونا شرط قرار دیا ہے، منعل کو بھی کافی نہیں سمجھا اور امام اعظمؒ کے اصل مذہب میں روایت حسن بھی یہی ہے کہ ثخین کو جب تک پورا مجلد کعبین تک نہ کیا جائے، اس وقت تک مسح جائز نہیں؛ البتہ ظاہرالروایہ میں ثخین منعل کو کافی قرار دیا ہے"۔
"امام جصاصؒ نے احکام القرآن میں اسی اصول پر کلام کا مدار رکھا ہے۔

قال الجصاص: واختلف في المسح على الجوربين، فلم يجزه أبو حنيفةؒ

والشافعي رحمهما الله إلا أن يكونا منعلين. وحكى الطحاوي عن مالك أنه لا يمسح وإن كانا منعلين. وحكى بعض أصحاب مالك عنه أنه لا يمسح إلا أن يكونا منعلين كالخفين. وقال الثوري وأبو يوسف ومحمد والحسن بن صالح: "يمسح إذا كانا ثخينين وإن لم يكونا منعلين". والأصل فيه أنه قد ثبت أن مراد الآية الغسل على ما قدمنا، فلو لم ترد الآثار المتواترة عن النبي ﷺ في المسح على الخفين لما أجزنا المسح، فلما وردت الآثار الصحاح واحتجنا إلى استعمالها مع الآية استعملناها معها على موافقة الآية في احتمالها للمسح، وتركنا الباقي على مقتضى الآية ومرادها، ولما لم ترد الآثار في جواز المسح على الجوربين في وزن ورودها في المسح على الخفين، أبقينا حكم الغسل على مراد الآية ولم ننقله عنه. (أحكام القرآن للجصاص: ۲/۳۴۰، المائدة، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں: اس لیے خیال احقر کا یہ ہے کہ اس قسم کی جرابوں پر مسح کی اجازت نہ دی جائے۔ (جواہر الفقہ: ۲/۳۱۷-۳۲۰، رسالہ: تنقیح المآرب فی المسح علی الجوارب، ط: زکریا، دیوبند)

تحقیق شامی

علامہ شامیؒ نے اگرچہ جورب رقیق منعل اور نعل کے بارے میں صراحتاً حکم نہیں بیان کیا ہے؛ لیکن خفین کے علاوہ کچھ دوسرے قسم کے موزوں کا حکم بیان کیا ہے، جس میں ایک قسم ایسی بھی ذکر کی ہے، جو جورب رقیق منعل کے مشابہ ہے، یعنی تلشین، جس کو خف حنفی بھی کہا جاتا ہے۔ اس موزے کے بارے میں علامہ شامیؒ نے تفصیلی بحث کی ہے، جس کے خلاصے سے پہلے چند اصطلاحی الفاظ کی تشریح ملاحظہ فرمائیں۔

جاروق

یہ اصل میں فارسی لفظ ہے، اصل جاروخ یا چاروغ ہے، اس کا معرب جاروق ہے، ایک

موزہ جس میں قدم کا کچھ حصہ اوپر سے کھلا رہتا ہے. ملک شام میں یہ موزہ پہنا جاتا تھا.

الجاروخ: كلمة معرّبة، وأصلها في الفارسية: جارق، جاروخ، جاروق، جاروق، وهي تعني في الفارسية: نوع من الأحذية ذات الشاق.

(المعجم العربي لأسماء الملابس، مادة: ج)

لفافہ

جاروق موزے میں قدم کا جو حصہ اوپر سے کھلا رہتا تھا، اس کھلے ہوئے حصے پر کپڑا لگا کر قدم کو چھپا لیا جاتا تھا، اس کپڑے کو لفافہ کہتے ہیں۔ اسی کو علامہ شامیؒ نے جاروق مستور باللفافہ سے تعبیر کیا ہے۔

قلشین / خف حنفی

ایسا موزہ جس کے تلے اور پنجے اور ایڑی پر چمڑا چڑھا دیا گیا ہو باقی حصہ سادہ رقیق ہو۔ علامہ شامیؒ نے جاروق مستور باللفافہ پر مسح کے جواز اور عدم جواز میں علمائے بخارا اور سمرقند کا اختلاف نقل کیا ہے کہ مشائخ سمرقند جائز قرار دیتے ہیں اور مشائخ بخارا ناجائز، پھر اسی مختلف فیہ جاروق مستور باللفافہ پر قیاس کرتے ہوئے قلشین اور خف حنفی کو جاروق مستور باللفافہ کی طرح مختلف فیہ قرار دیا ہے اور اس میں علامہ حصکفی اور شیخ عبدالغنی نابلسی کا اختلاف اور جانبین سے اس مسئلے میں مناظرانہ رسائل لکھنے کا ذکر کیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ علامہ حصکفیؒ ایسے منعل پر جو کہ ثخین نہ ہو، مسح کو ناجائز کہتے ہیں اور شیخ عبدالغنی نابلسیؒ جائز کہتے ہیں، پھر یہ ذکر کیا ہے کہ بعد کے مشائخ و علماء میں سے کسی نے سمرقندیین کا قول اختیار کیا ہے اور کسی نے بخاریین کے قول کو اور خود اپنی رائے مشائخ سمرقند کے موافق ذکر کی ہے، جو بعینہٖ علامہ حلبی کی رائے ہے، پھر آخر میں علامہ حلبی کے مثل یہ بھی لکھا ہے کہ احتیاط اور تقویٰ اسی میں ہے کہ جب تک تمام قدم پر چمڑا نہ چڑھا ہو، مسح نہ کیا جائے۔ **(رد المحتار مع الدر المختار ۱/ ۲۶۲، ط: دار الفکر بیروت، ۱/ ۴۳۳، ط: زکریا، دیوبند، ۲/ ۱۲۵، ط: فرفور دمشق)**

جورب رقیق منعل سے متعلق ایک مدلل ومفصل فتوی

امداد الاحکام میں جورب رقیق منعل کے بارے میں ایک مفصل فتوی موجود ہے، اس فتوے میں مطلق رقیق منعل کا حکم لکھا گیا ہے، اونی اور سوتی کے حکم میں فرق نہیں کیا گیا ہے اور مضبوط دلائل کے ساتھ مطلق رقیق منعل پر مسح کو ناجائز ثابت کیا گیا ہے، یہ فتوی بھی بہت اہمیت کا حامل ہے، اس لیے اُس کو بجنسہ یہاں منسلک کیا جاتا ہے۔

سوال: یہاں ایک شخص ہے اس نے کپڑے کی جراب پر جو معمولی ڈھائی تین آنہ کی ہوگی چمڑے کا پاتابہ سی لیا، بلکہ چند ٹانکے لگالیے ہیں، پاتابہ بالکل کپڑے کا سا ہے نہ اونچی ایڑی ہے نہ انگلیوں کی طرف سے کچھ زیادہ ہے، اب وہ خفین کی طرح اس پر مسح کرتے ہیں کیا یہ مسح جائز ہے اور منعل جوآتا ہے اس کی یہی صورت ہے مجھے دراصل منعل کی صورت میں تردد ہے۔

الجواب: منعل کی صورت تو یہی ہے کیوں کہ صرف اسفل پر چمڑہ ہونے کی تصریح معتبرات میں موجود ہے؛ مگر جورب کرباس کا منعل ہونا مسح کے لیے کافی نہیں ہے اس واسطے جورب مذکور فی السوال پر مسح بالکل جائز نہیں، جوکہ تفصیل ذیل سے ظاہر ہے اور تفصیل یہ ہے کہ جورب کی چار قسمیں ہیں۔

اوّل: صفیق منعل **دوم:** صفیق غیر منعل

سوم: رقیق منعل **چہارم:** رقیق غیر منعل

قسم اوّل پر بالاتفاق مسح جائز ہے اور دوم پر جواز مسح میں اختلاف ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک جائز نہیں اور صاحبینؒ جائز کہتے ہیں، اور فتوی صاحبین کے قول پر ہے، جیسا کہ ہدایہ، شرح وقایہ وغیرہ کتب کثیرہ میں موجود ہے اور امام صاحبؒ نے مرض وفات میں وفات سے تین روز یا سات روز قبل جوربین ثخینین

پر مسح کیا اور فرمایا **فعلتُ ماکنتُ منعتُ عنه**۔ اس کلام سے رجوع پر استدلال کیا جاتا ہے اور ظاہر بھی ہے گو احتمال یہ بھی ہے کہ بضرورت مذہب غیر پر عمل کرلیا ہو مگر فتوی کے لیے رجوع کا ثابت کرنا ضروری نہیں بلکہ اہل ترجیح قوت دلیل وغیرہ کی بناء پر بھی فتویٰ دے سکتے ہیں اور قسم سوم کا حکم عنقریب آتا ہے اور قسم چہارم پر کسی کے نزدیک مسح جائز نہیں۔ یہ تفصیل بعض کتب فقہ میں تو مصرح ہے اور بعض سے مفہوم ہوتی ہے، اس کے خلاف نہ کسی کتاب میں تصریح ہے نہ احتمال، چناں چہ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے: **وإن مسح على الجوربين، فهو على وجوه إن كانا رقيقين غير مُنعَّلين، لا يجوز المسح عليهما في قولهم،وإن كا نا ثخينين مُنعَّلين جاز المسح عليهما في قولهم، وإن كانا ثخينين غيرمُنعَّلين، لايجوز المسح عليهما في قول أبي حنيفة وفي قول صاحبيه يجوز، وعن أبي حنيفة رحمه الله أنه رجع إلى قولهما، وكذا في العناية شرح الهداية والبحرالرائق وخلاصة الفتاوىٰ وغيره وأيضًا هو المفهوم من مختصرالقدوري والكنز وغيرهما...... من المتون المعتبرة.**

اب قسم سوم یعنی رقیق منعل باقی رہی اور سوال اسی کے متعلق ہے، سو اس کی تحقیق یہ ہے کہ قدوری وکنز وملتقی الابحر وتنویر الابصار کی عبارت سے بظاہر جواز مسح معلوم ہوتا ہے کیوں کہ انھوں نے اپنی عبارت (**وصح على الجرموق والجورب المجلد والمنعل والثخين ونحوه هٰذه العبارة**) میں منعل اور ثخین کو ایک دوسرے پر عطف کیا ہے جس کا مقتضا یہ ہے کہ منعل پر ہر حال میں مسح جائز ہو خواہ وہ ثخین ہو یا نہ ہو، مگر وقایہ اور نورالایضاح سے اس کے خلاف ثابت ہوتا ہے، کیوں کہ وقایہ کی عبارت یہ ہے: "**أوجوربيه الثخنين مُنعَّلين أو مجلدين**" اس سے صاف ظاہر ہے

کہ امام صاحب کے نزدیک ثخین ہونے کے بعد منعل ہونا شرط ہے اور بدون ثخانت کے منعل ہونا کافی نہیں جیسا کہ محشی چلپی نے نہایت بسط کے ساتھ اس کو بیان فرمایا ہے اور اخیر میں لکھا ہے: **والذي تلخص عندي بعد هذه المباحث أن الجورب والرقيق الذي لايجوز عليه المسح إجماعًا إذا جلد أسفله فقط أومع موضع أصابع الرجل بحيث يكون محل الفرض الذي هو ظهر القدم خاليًا بالكلية لايجوز عليه المسح قطعاً؛ لأنه لاريبة إن نشأ الاختلاف بينه وبين صاحبيه اكتفائهما بمجرد الثخانة والاستمساك على الساق وعدم اكتفائه به قائلاً بأنه لايكفي في جواز المسح ماذكر بل لابد معه من أمرزائد عليه وهو المنعل أوالمجلد ليتمكن به على المشي حتى يكون الجورب باجتماع هذه الأمور فيه في معنى الخف وإذا انتفى شيئ منهما خرج عن كونه في معناه لان إلحاق الشيئ بالشيئ إنما يتاتي إذا كان في معناه من كل وجه وله مؤيدات كثيرة لايحتمل هذا المختصر إيرادها فتأمل اهـ**

اور تحریر مختار میں ہے: **في حاشية عبدالحليم مايفيد اشتراط الثخانة في المنعلين لا في المجلدين الخ** اور نور الایضاح کی عبارت یہ ہے: **صح المسح على الخفين في الحدث الأصغر للرجال وللنساء لوكانا من ثخين غير الجلد سواء كان لهما نعل من جلد أو لا اهـ**۔ اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ ثخین ہونا منعل کے لیے بھی شرط ہے اور تنویر الابصار نے خف پر جواز مسح کے جو شروط ثلاثہ لکھے ہیں ان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ رقیق منعل پر مسح کافی نہیں کیوں کہ شرط ثالث یعنی **وكونه ممايمكن متابعة المشي فيه (أى من غير لبس المداس فوقه، شامي)**

اور شرط اوّل یعنی کونہ ساتر القدم مع الکعب اس میں موجود نہیں یہ گفتگو تو متون متداولہ کے متعلق تھی، جس کا حاصل یہ ہوا کہ اس قسم کا حکم مصرح کسی متن میں نہیں ہے، مگر بعض سے بوجہ اطلاق کے جواز مفہوم ہوتا ہے اور بعض سے بوجہ تقیید کے عدم جواز اس لیے شروح فتاوی کی طرف مراجعت لابدی ہے سو شروح فتاوی سے بھی واضح ہوتا ہے کہ رقیق منعل پر مسح جائز نہیں ہے کیوں کہ خلاصۃ الفتاوی میں جورب منعل کی تفسیر میں ثخونت کی قید لگائی ہے **ونصه هذا: وتفسير الجورب المنعل أن يكون الجورب المنعل كجورب الصبيان اللذين يمشون عليهما في ثخونة الجورب وغلظ النعل يجوز المسح عليه** اھ۔

علاوہ ازیں خلاصہ میں ہی تصریح ہے کہ جورب کرباس اگر منعل ہوں تب بھی ان پر مسح جائز نہیں جس کی وجہ بجز رقیق ہونے کے اور کچھ نہیں **كما قال وأجمعوا انه لوكان منعلاً أومبطنا يجوز المسح عليه ولوكان من الكرباس لايجوز المسح عليه** اھ اسی واسطے طحطاوی نے شرح مراقی الفلاح میں لکھا ہے: **تحت (قوله أوكرباس) فظاهر كلام الحلبي على الحلواني والخلاصة أنه لايصح المسح عليه إلا إذا كان مجلدا فليراجع** اھ **قلت يندفع الاشكال بما سنُحرّر على قول الحلواني** اور علامہ ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں: **لاشك أن المسح على الخُف على خلاف القياس، فلا يصلُحُ إلحاقُ غيره به إلا إذا كان بطريق الدلالة، وهو أن يكون في معناه، ومعناه السَّاتر لمحل الفرض الذي هو بصَدَد متابعة المشي فيه في السفر وغيره۔** (ص۱۳۹، ج۱)

اس سے معلوم ہوا کہ رقیق منعل کافی نہیں؛ کیونکہ وہ ساتر محل فرض نہیں، نیز ردالمحتار میں شرح منیہ سے نقل کیا ہے:

أنّ ما یعمل من الخرج یجوز المسح علیه لو کان ثخیناً بحیث یمکنُ أن یمشي معه فرسخاً من غیر تجلید ولا تنعیل، وإن کان رقیقاً فمع التجلید أو التنعیل، ولو کان کما یزعمُ بعضُ الناس أنه لا یجوزُ المسح علیه ما لم یستوعب الجلدُ جمیعَ ما یستُرُ القدمَ إلی الساق لما کان بینه وبین الکرباس فرق۔

اس سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ جورب کرباس کے لیے استیعاب جلد یعنی مجلد ہونا ضروری ہے اور شرح منیہ میں علامہ حلبی نے جورب کی تقسیم اس طرح بیان کی ہے:

ذکر نجمُ الدین الزاهدي عن شمس الأئمة الحلواني أن الجورب خمسةُ أنواع من المرعزي، والغزل، والشعر، والجلد الرقیق، والکرباس، قال: وذکر التفاصیل في الأربعة من الثخین والرقیق والمنعل وغیر المنعل والمبطن وغیر المبطن، وأما الخامس فلا یجوز المسح علیه کیفما کان اهـ ونحوه في التتارخانیة عنه. (حاشیة البحر للعلامة الشامي، ص: ۱۸۲، ج: ۱)

ان تصریحات سے واضح ہوگیا کہ منعل کے لیے ثخین ہونا شرط ہے، رقیق منعل پر مسح جائز نہیں اور ان تصریحات کے علاوہ خود ظاہر الروایۃ کے الفاظ اس پر دال ہیں، قال شمس الأئمة السرخسي في مبسوطه، قال: وأما المسح علی الجوربین، فإن کانا ثخینین منعلین یجوز المسح علیهما، یہ متن ہے اور الفاظ ہیں امام محمدؒ کے، جس میں امام صاحب کا قول نقل کر رہے ہیں، اس میں منعلین کے ساتھ ثخینین کی بھی قید ہے اور شمس الائمہ اس کی شرح میں یوں فرماتے ہیں:

لأن مواظبة المشي سفراً بهما ممکن، وإن کانا رقیقین لا یجوز المسح علیهما؛ لأنهما بمنزلة اللفافة وإن کانا ثخینین غیر منعلین لا یجوز المسح علیهما عند أبي حنیفة - رحمه الله تعالی -؛ لأن مواظبة المشي بهما سفراً غیر

ممکن فکانا بمنزلة الجورب الرقیق، وعلی قول أبي یوسف ومحمد رحمهما الله تعالی یجوز المسح علیهما۔ (ص:۱۰۲، ج:۱)

اس عبارت میں بعد اشتراک قید منعلین کے رقیقین کا مقابلہ ثخینین سے ہے، پس معلوم ہوا کہ رقیقین منعلین پر بالاتفاق مسح ناجائز ہے اور مضمرات میں امام صاحبؒ کا مذہب بایں الفاظ نقل کیا ہے:

وأما الإمام فقال أولاً: إنه یشترط في جواز المسح علی الجورب الثخین أن یکون منعّلاً أو مجلّداً، یعنی: جورب مطلق کا منعل ہونا کافی نہیں ہے؛ بلکہ ثخین کا منعل ہونا کافی ہے۔ (مجموعة الفتاوی علی الخلاصة ص:۷۳، ج:۱)

اور امام طحاوی نے فرمایا ہے:

لا نری بأساً بالمسح علی الجوربین إذا کانا صفیقین، ویکونا مجلّدین، فیکونا کالخفین (ص:۵۸، ج:۱)

غرض یہ کہ امام صاحب اور صاحبین میں اختلاف یہ تھا کہ جورب کا ثخین ہونا کافی ہے یا نہیں، صاحبین کافی سمجھتے تھے اور امام صاحب اس میں منعل ہونے کی شرط لگاتے تھے اور فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے، خواہ رجوع امام کی وجہ سے ہو یا اور کسی وجہ سے؛ مگر اس رجوع یا فتویٰ سے کسی طرح لازم نہیں آتا کہ منعل پر مطلقاً یعنی: اس کے رقیق ہونے کی صورت میں بھی مسح جائز ہو جاوے، پس کنز وغیرہ کی عبارت تسامح سے خالی نہیں ہے؛ بلکہ وقایہ کی عبارت میں بھی ایک دوسری قسم کا تسامح ہے، یعنی: اس سے رقیق مجلد پر بھی مسح کا عدم جواز مفہوم ہوتا ہے، جو خلاف واقعہ ہے اور متون میں سب سے اوضح عبارت نور الایضاح کی ہے **کما لا یخفی، واللہ أعلم وعلمه أتم وأحکم۔**

کتبہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ ۱۷/شوال ۵۱ھ

(امداد الاحکام ۱/۳۸۸ تا ۳۹۳، ط: زکریا دیوبند)

ساتویں قسم کا شرعی حکم

ساتویں قسم، یعنی: جورب رقیق سادہ (ایسا موزہ جو نہ ثخین ہو اور نہ مجلد ہو اور نہ منعل) اس پر بالاتفاق مسح ناجائز ہے۔

قال ابن مازہ: وأما المسح علی الجوارب، فلا یخلو: إما إن کان الجورب رقیقاً غیر منعل، وفی ھذا الوجہ لا یجوز المسح بلا خلاف۔ (المحیط البرھانی: ۱/۱۷۰، الفصل السادس، ط: دار الکتب العلمیۃ بیروت)

قال الکاسانی: فإن کانا رقیقین یشفان الماء، لا یجوز المسح علیھما بالاجماع۔ (بدائع الصنائع: ۱/۱۰، المسح علی الجوارب، ط: دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱/۸۳، ط: زکریا، دیوبند)

قال ابن نجیم: ولا یجوز المسح علی الجورب الرقیق من غزل، أو شعر بلا خلاف۔ (البحر الرائق: ۱/۱۹۲، ط: دار الکتاب الإسلامی، ۱/۳۱۸، ط: زکریا، دیوبند)

سوتی اور نائیلون کے موزوں پر مسح کی شرعی حیثیت

امت کے تمام مستند فقہاء و مجتہدین کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ باریک موزے جن سے پانی چھن جاتا ہو، یا وہ کسی چیز سے باندھے بغیر پنڈلی پر ٹکے نہ رہتے ہوں، یا ان میں چار پانچ کلومیٹر مسلسل چلنا ممکن نہ ہو، ان پر مسح جائز نہیں ہے، چونکہ ہمارے زمانے میں جو سوتی، اونی اور نائیلون کے موزے رائج ہیں وہ باریک ہوتے ہیں اور ان میں مذکورہ اوصاف نہیں پائے جاتے، اس لئے ان پر مسح قطعاً جائز نہیں ہے، جو شخص ان موزوں پر مسح کرے گا، تو امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ بلکہ کسی بھی مجتہد کے مسلک میں اس کا وضو صحیح نہیں ہوگا۔

لہذا وضو کے وقت ایسے موزوں کو اتار کر پیروں کو دھونا ضروری ہے۔ جو

لوگ اس طرح کے موزوں پر مسح کو جائز سمجھتے ہیں، اُن کی بات قطعاً غلط ہے، ایسے موزوں پر مسح کرنے سے وضوء ہی صحیح نہیں ہوتا، لہٰذا نماز بھی صحیح نہیں ہوگی۔

دلیل:

قرآن کریم نے سورۂ مائدہ میں وضو کا جو طریقہ بیان فرمایا ہے اس میں پوری وضاحت کے ساتھ پاؤں کو دھونے کا حکم دیا ہے، نہ کہ ان پر مسح کرنے کا، لہٰذا قرآن کریم کی اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ وضو میں ہمیشہ پاؤں دھوئے جائیں اور ان پر مسح کسی صورت میں جائز نہ ہو، یہاں تک کہ جب کسی شخص نے چمڑے کے موزے پہنے ہوئے ہوں، اس وقت بھی مسح کی اجازت نہ ہو، لیکن چمڑے کے موزوں پر مسح کی جو اجازت دی گئی، اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسے موزوں پر مسح کرنا اور اس کی اجازت دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے تواتر سے ثابت ہے جس کا انکار ممکن نہیں، اگر مسح علی الخفین کے جواز پر دو تین ہی حدیثیں ہوتیں، تب بھی ان کی بناء پر قرآن کریم کے مذکورہ صریح حکم میں کوئی تقیید درست نہ ہوتی؛ کیونکہ ایک دو حدیثوں سے قرآن کریم پر زیادتی یا اس کا نسخ یا اس کی تقیید جائز نہیں ہوتی ہے، لیکن چونکہ مسح علی الخفین کی احادیث معنًی متواتر ہیں، اس لئے ان متواتر احادیث کی روشنی میں تمام امت کا اس پر اجماع ہو گیا کہ قرآن کریم کی آیت میں پاؤں دھونے کا حکم اس صورت کے ساتھ مخصوص ہے جب انسان نے خفین (یعنی چمڑے کے موزے) نہ پہن رکھے ہوں۔

اب خفین (چمڑے کے موزے) کے بارے میں تو یہ تواتر موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر مسح خود بھی فرمایا اور دوسروں کو بھی اس کی اجازت دی؛ لیکن خفین کے سوا کسی دوسرے قسم کے موزے پر مسح کرنے کے بارے میں ایسا تواتر موجود نہیں ہے اور خفین چونکہ عربی زبان میں صرف چمڑے کے موزوں کو کہتے ہیں، کپڑے کے موزوں کو خفین نہیں کہا جاتا، اس لئے یہ اجازت صرف

چمڑے ہی کے موزوں کے ساتھ مخصوص رہے گی، دوسرے موزوں کے بارے میں قرآن کریم کے اصلی حکم یعنی پاؤں دھونے پر ہی عمل ہوگا۔

لہٰذا جو موزے چمڑے جیسے نہ ہوں، اُن میں چمڑے کی صفت نہ پائی جائیں، ان پر کسی کے نزدیک مسح جائز نہیں ہوگا۔

قال الجصاص: واختلف في المسح على الجوربين، فلم يجزه أبو حنيفة والشافعي رحمهما الله إلا أن يكونا مجلّدين. وحكى الطحاوي عن مالك أنه لا يمسح وإن كانا مجلّدين. وحكى بعض أصحاب مالك عنه أنه لا يمسح إلا أن يكونا مجلّدين كالخفين. وقال الثوري وأبو يوسف ومحمد والحسن بن صالح: "يمسح إذا كانا ثخينين وإن لم يكونا مجلّدين". والأصل فيه أنه قد ثبت أن مراد الآية الغسل على ما قدمنا، فلو لم ترد الآثار المتواترة عن النبي صلى الله عليه وسلم في المسح على الخفين، لما أجزنا المسح، فلما وردت الآثار الصحاح واحتجنا إلى استعمالها مع الآية، استعملناها معها على موافقة الآية في احتمالها للمسح، وتركنا الباقي على مقتضى الآية ومرادها، ولما لم ترد الآثار في جواز المسح على الجوربين في وزن ورودها في المسح على الخفين، بقّينا حكم الغسل على مراد الآية ولم ننقله عنه. (احكام القرآن للجصاص: ٣٠٠/٢، المقدمة، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

غیر مقلدین کا جواب

آج کل بعض لوگ، خصوصاً غیر مقلدین سوتی یا اونی ہر قسم کے موزوں پر مسح کو جائز سمجھتے ہیں اور دلیلیں بھی دیتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ فقہائے کرام

نے جو شرائط موزوں پر مسح کے جائز ہونے کی لکھی ہیں، وہ حدیث سے ثابت نہیں ہیں، احادیث سے جو ثابت ہے وہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جرابوں پر مسح فرمایا، جراب چمڑے کے علاوہ دوسری چیز، مثلاً کپڑے وغیرہ سے بنے ہوئے موزے کو کہتے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ احادیث میں کہیں یہ نہیں ملتا کہ نبی کریم ﷺ نے فقہاء کی تجویز کردہ شرائط میں سے کوئی شرط بیان فرمائی ہو اور نہ ہی یہ ذکر کسی جگہ ملتا ہے کہ جن جرابوں پر حضور ﷺ نے اور صحابہ کرامؓ نے مسح فرمایا وہ کس چیز کی تھیں؟ لہٰذا ہر قسم کے موزوں پر اطمینان کے ساتھ مسح کیا جا سکتا ہے، چاہے وہ اونی ہوں یا سوتی، نائیلون کے ہوں یا کسی اور ریشے کے، چمڑے کے ہوں یا آئل کلاتھ کے یا ریگزین کے، حتی کہ اگر پاؤں پر کپڑا لپیٹ کر بھی مسح کر لیا جائے تو یہ بھی جائز ہے۔ وہ اپنی دلیل میں علامہ ابن تیمیہؒ، حافظ ابن القیمؒ اور علامہ ابن حزمؒ کی بھی رائے پیش کرتے ہیں۔

لیکن غیر مقلدین کی بات صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ جس حدیث میں حضور ﷺ کا جرابوں پر مسح کرنے کا ذکر ہے، اُس میں یہ صراحت نہیں ہے کہ وہ جرابیں کپڑے کے باریک موزے کی تھیں؛ بلکہ اس کے خلاف کی صراحت موجود ہے۔ حضور ﷺ اور صحابہ کرام نے جن جوربین پر مسح فرمایا، وہ زیادہ تر چمڑے کے تھے یا اپنی موٹائی کی وجہ سے چمڑے کے موزوں کی طرح تھے اور ان میں چمڑے کے موزوں کی صفات پائی جاتی تھیں، چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں روایت ہے:

حدثنا هشيم قال: أخبرنا يونس عن الحسن، و شعبة عن قتادة عن سعيد بن المسيّب و الحسن إنهما قالا: يمسح على الجوربين إذا كانا صفيقين. (اعلاء السنن ۱: ۳۴۹، باب المسح على الجوربين، ط: ادارة القرآن والعلوم

الاسلامیہ کراچی)

حضرت سعید بن مسیبؒ اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جرابوں پر مسح جائز ہے، بشرطیکہ وہ خوب موٹی ہوں۔ واضح رہے کہ ثوب صفیق اس کپڑے کو کہتے ہیں جو خوب مضبوط اور دبیز ہو۔

حضرت حسن بصریؒ اور حضرت سعید بن المسیبؒ دونوں جلیل القدر تابعین میں سے ہیں انھوں نے صحابہ کرامؓ کا عمل دیکھ کر ہی یہ فتویٰ دیا ہے۔

اور اگر تسلیم بھی کرلیا جائے کہ وہ جرابیں باریک تھیں، تب بھی صرف ایک حدیث کی بناء پر نص قرآنی میں تخصیص نہیں کی جاسکتی، جس کی تفصیل قبل میں گذر چکی ہے۔

جہاں تک علامہ ابن حزمؒ یا علامہ ابن تیمیہؒ اور علامہ ابن قیمؒ کا تعلق ہے، ان کا مقام بلند اپنی جگہ ہے؛ لیکن انہوں نے بہت سے مسائل میں جمہور امت سے الگ راہ اختیار کی ہے، جسے امت نے بحیثیت مجموعی قبول نہیں کیا، بالخصوص اس مسئلے میں تو انہوں نے اپنے مسلک پر کوئی دلیل بھی نہیں دی، لہٰذا پوری امت کے فقہاء، محدثین اور مجتہدین کے مقابلے میں صرف ان تین حضرات کی رائے پر عمل کرکے جمہور فقہاء، محدثین اور مجتہدین کے قول کو نہیں چھوڑا جاسکتا۔

تحقیق عثمانی

بعض حضرات نے ہر طرح کے موزوں پر مسح کو جائز قرار دینے والوں کی دلیل کے جواب میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی روایت کو ضعیف قرار دینے کی کوشش کی ہے؛ لیکن علامہ ظفر احمد عثمانی نے علامہ عینی کے حوالے سے اس روایت پر تفصیلی کلام کیا ہے اور دلائل سے ثابت کیا ہے ترمذی کی یہ حدیث صحیح ہے اور امام ترمذیؒ کا اس حدیث پر حسن صحیح کا حکم لگانا بالکل صحیح ہے؛ لیکن یہ روایت جمہور کے مسلک کے

خلاف نہیں ہے، اس لیے کہ اس حدیث میں مطلق جرابوں پر مسح کا ذکر ہے، باریک جرابوں پر مسح کا ذکر نہیں ہے اور پاؤں دھونے کے قرآنی حکم کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جا سکتا ہے جب تک کہ باریک جرابوں پر مسح کا حکم ایسے تواتر سے ثابت نہ ہو جائے جس تواتر سے مسح علی الخفین کا جواز ثابت ہے، صرف ایک حدیث کی بناء پر قرآن کے منصوص حکم کو چھوڑ کر ہر قسم کے جرابوں پر مسح جائز نہیں ہو سکتا، لہذا حدیث کو اس کے ظاہر، یعنی ثخین جرابوں پر محمول کیا جائے گا، جس پر مسح بالاتفاق جائز ہے، امام ابو حنیفہؒ نے آخری عمر میں پہلے قول سے رجوع کر لیا تھا، پس یہ حدیث امام ابو حنیفہؒ کے مسلک کے خلاف نہیں ہے۔ (اعلاء السنن ۱: ۳۳۳، باب المسح علی الجوربین، ط: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، کراچی، اشرفیہ دیوبند)

چند باریک موزے ایک ساتھ پہنا

اگر چند باریک موزے ایک ساتھ پہن لیے جائیں، تب بھی اُن پر مسح جائز نہیں ہے، اس لیے کہ ان میں جورب ثخین کی شرطیں متحقق نہیں ہونگی۔

قال ابن عابدین: **ثم الشرط أن یکونا بحیث لو انفرَدَا، یَصِحُّ مسحُهما، حتی لو کان بهما خرق مانع، لا یجوزُ المسحُ علیهما.** (رد المحتار مع الدر المختار ۱: ۲۶۹، ط: دار الفکر، بیروت، ۱: ۵۰۳، ط: زکریا دیوبند، ۲: ۱۹۵، ط: فرفور، دمشق)

خفین پر چمڑے کے جرموق پہننا

اگر موزوں کے اوپر چمڑے کے جرموق پہنے جائیں، تو ان پر مسح درست ہے، بشرطیکہ ان میں مسح کے شرائط پائے جاتے ہوں، خواہ نیچے کے موزوں میں شرائط پائے جائیں یا نہیں اور جرموق حدث سے پہلے اور موزوں پر مسح کیے جانے سے پہلے پہنے گئے ہوں۔

قال الحلبي: ومَن لَبِسَ الجرموقَ فوق الخف قبل أن يمسَحَ على الخُفِّ، مَسَحَ عليه. ثم المسح على الجرموق إنما يجوز إذا لَبِسَهما قبل أن يحدث بعد لُبس الخفين، فإن أحدَثَ بعد لُبس الخفَّين قبل لُبسهما، مَسَحَ على الخفين أو لم يمسح، ثم لَبِسَ الجرموقين، لا يمسح على الجرموقين؛ لأن البَدَلِيَّةَ تَقرَّرَت للخُفِّ بالحدث قبل لُبسهما؛ فلا تنتقلُ عنه إليهما، ولا يكونان بدلاً عنه؛ لما تَقَدَّمَ أن البَدَلَ لا يكون له بدل. (غنية المستملي، ص: ۹۷،۹۸، ط: دار الكتاب، ديوبند

رد المحتار مع الدر المختار: ۱/ ۲۶۸، ط: دار الفكر، بيروت)

وإن كانا من أديم، أو ما يشبهه، أجمعُوا أنه إذا لَبِسَهما بعدما أحدَثَ قبل أن يَمسَحَ على الخفين، أو بعد ما أحدَثَ، ومَسَحَ عليهما، لا يجوزُ المسحُ عليهما، وإن لَبِسَهما قبل أن يحدِثَ، جازَ المسحُ عليهما عندنا، هكذا في المحيط. (الفتاوى الهندية: ۱/ ۳۲، ط: دار الفكر، بيروت، ۱/ ۸۵، ط: اتحاد/ زكريا، ديوبند)

قال الكاساني: (وأما) المسحُ على الجرموقين من الجلد، فإن لَبِسَهما فوق الخفين، جاز عندنا، وعند الشافعي: لا يجوز، وإن لبِسَ الجرموقَ وحدَه، قيل: "إنه على هذا الخلاف"، والصحيحُ أنه يجوزُ المسحُ عليه بالإجماع. (ولنا) ما رُوِيَ عن عمر -رضي الله عنه- أنه قال: رأيتُ النبي ﷺ -مَسَحَ على الجُرموقين، ولأن الجُرموقَ يُشارِكُ الخُفَّ في إمكان قطع السَّفَر به، فيُشارِكُه في جواز المسح عليه، ولهذا شارَكَه في حالة الانفراد؛ ولأن الجرموق فوق الخفِّ، بمنزلة خفِّ ذي طاقَين، وذا يجوزُ المسحُ عليه، فكذا هذا. (بدائع الصنائع: ۱/ ۱۰، ط: دار الكتب العلمية، بيروت، ۱/ ۸۳، ط: زكريا، ديوبند)

قال ابن مازة: وإذا لَبِسَ الجُرموقين، وأراد أن يَمسَحَ عليهما، فالمسألةُ على وجهين: إما أن يَلبَسَهما وحدَهما، أو يَلبَسَهما فوقَ الخفين، وكلُّ مسألة على وجهين: إما إن كان الجُرموقُ من كرباس، أو ما يُشبِهُ الكِرباسَ، أو من

أديم، أو ما يُشبِهُ الأديمَ، فإن لَبِسَهما وحدَهما، فإن كان من كرباس، أو ما يُشبِهُ الكِرباسَ، لا يجوزُ المسحُ عليهما؛ لأنه لا يُمكِنُ قطعُ السَّفرِ، وتَتَابُعُ المَشي عليه، وإن كان من أديم، أو ما يُشبِهُ الأديمَ، يجوزُ المسحُ عليهما؛ لأنه يُمكِنُ قطعُ السفرِ، وتَتَابُعُ المَشي عليه، وإن لَبِسَهما فوقَ الخُفَّين، فإن كانا من كِرباس، أو ما يُشبِهُ الكِرباسَ، لا يجوزُ المسحُ عليهما، كما لو لَبِسَهما على الانفرادِ إلا أن يكونا رَقيقَين، يَصِلُ البَلَلُ إلى ما تحتهما، وإن كانا من أديم، أو ما يُشبِهُ الأديمَ، اجمعُوا أنه إذا لَبِسَهما بعدَما أحدَثَ قبلَ أن يَمسَحَ على الخفين، أو بعدَما أحدَثَ، ومَسَحَ على الخفين أنه لا يجوزُ المسحُ عليهما، وإن لَبِسَهما قبلَ أن يُحدِثَ، جازَ المسحُ عليهما عندنا، بوُرُودِ الأثرِ عن رسول الله ﷺ فقد رَوَى عنه المغيرةُ بن شعبة أنه مَسَحَ على المُوق، والموقُ: هو الجرموق، وعن عبد الرحمن بن أبي ليلى أن عمرَ رضي الله عنه مَسَحَ على جُرمُوقَيه.

وحاصلُ مذهب أصحابنا رحمهم الله: أنه متى لَبِسَ الجُرموقَ على الخف قبل الحدث، والجرموقُ يَصِيرُ بدلاً عن الخف، فلا تؤدي إلى أن يكونَ للبدل بدلاً، ومتى لَبِسَ الجرموقين على الخف، فلو جاز المسحُ على الجرموق، أدَّى إلى أن يكونَ للبدل بدلاً، وأنه لا يجوزُ. (المحيط البرهاني: ۱/ ۱۷، الفصل السادس، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

جرموق پہننے کی صورت میں اندر والے خفین پر مسح

اگر کسی نے جرموق کے اندر سے ہاتھ ڈال کر اندر والے موزے پر مسح کیا، تو جائز نہیں ہے، اس لیے کہ حدث کا محل جرموق ہے نہ کہ اندر والا موزہ۔

قال الحصكفي: ولو أدخلَ يدَه تحتهما، ومَسَحَ خُفَّيه لم يَجُز.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۲۷۰، ط: دار الفکر، بیروت ۱/ ۴۵۲، ط: زکریا)

دیوبند ۲/ ۱۹۹، ط:فرفور دمشق)

ولو كان الجرموق واسعاً، فادخل فيه يده، ومسح على الخف، لم يجز كذا في القنية. (الفتاوى الهندية: ۱/ ۳۳، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۸۲، ط: اتحاد/ زکریا، دیوبند)

ایک موزے پر جرموق پہننا

اگر دونوں پاؤں میں موزے پہنے اور ایک موزے پر جرموق بھی پہنا، تو اُس موزے پر مسح کرنا جس پر جرموق نہیں ہے اور دوسرے کے جرموق پر مسح کرنا جائز ہے۔

ولو لبس الخفين، ولبس أحد الجرموقين، جاز له أن يمسح على الخف الذي لا جرموق عليه وعلى الجرموق، كذا في فتاوى قاضي خان. (الفتاوى الهندية: ۱/ ۳۲، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۸۲، ط: اتحاد/ زکریا، دیوبند)

جرموق پر مسح کرنے کے بعد اتارنا

اگر جرموق کے اوپر مسح کیا، پھر جرموق اتار ڈالے یا جرموق خود اتر گئے، تو ظاہر الروایۃ کے مطابق موزوں پر مسح کا اعادہ ضروری ہے، اگر صرف ایک جرموق نکالا، تو اسی موزہ پر مسح کرے، جو ظاہر ہو گیا اور دوسری جرموق پر مسح کا اعادہ کرے۔

قال الحصكفي: ولو نزع موقيه، أعاد مسح خفيه ولو نزع أحدهما، مسح الخف، والموق الباقي. قال ابن عابدين: (قوله: مسح الخف، والموق الباقي) أي: يمسح الخف البادي، ويعيد المسح على الموق الباقي لانتقاض وظيفتهما، كنزع أحد الخفين؛ لأن انتقاض المسح لا يتجزأ، "بحر"، وهذا ظاهر الرواية. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۲۷۰، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۴۵۳، ط: زکریا، دیوبند، ۲/ ۱۹۹، ط: فرفور، دمشق)

قال الحلبي: ولو نزعَ أحدَ الجرموقين بعدَ المسحِ عليهما، أو خرجَ بلا قصدٍ، فله أن ينزعَ الآخرَ ويمسحَ على خفَّيه، وإن شاءَ أعادَ المسحَ على الآخرِ ومسحَ الخفَّ الذي نزعَ جرموقَه. وفي روايات الأصل: ينزعُ الجرموقَ الباقي، ويمسحُ على الخفين، وفي التجريد: انتقضَ المسحُ فيهما، يعني: ينزعُ أحدهما، كذا في الخلاصة..... ولا يجوزُ أن يقتصرَ على مسحِ المنزوعِ من غيرِ إعادةِ المسحِ على غيرِ المنزوعِ.

(غنية المستملي ص: ۹۸، ط: دار الكتاب، ديوبند)

وإن نزعَ الجرموقين بعدما مسحَهما، يعيدُ المسحَ على الخفين، هكذا في المحيط. ولو نزعَ أحدَهما، مسحَ على الخفِّ البادي، وأعادَ المسحَ على الجرموقِ الباقي في ظاهرِ الروايةِ، هكذا في البدائع، وفتاوى قاضي خان.

(الفتاوى الهندية: ۱/ ۳۳، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۸۸، ط: اتحاد/زكريا، ديوبند)

پھٹے ہوئے جرموق پر مسح

اگر خفین کے اوپر ایسے جرموق پہنے جو تین انگلیوں سے زائد پھٹے ہوئے تھے، تو اس پر مسح جائز نہیں ہے، اُن کو اتار کر خفین ہی پر مسح کرنا ضروری ہوگا، یہی قول راجح ہے۔

تحقیق شامی

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ اگر خفین کے اوپر ایسا جرموق پہنا گیا جو تین انگلیوں سے زیادہ پھٹا ہوا ہو، تو ایسی صورت میں بعض کتابوں میں جرموق پر مسح کو کافی قرار دیا گیا ہے؛ لیکن علامہ حلبی اور علامہ ابن نجیم اور صاحب السراج الوہاج کی تصریح کے مطابق اس صورت میں بھی خفین ہی پر مسح کرنا جائز ہوگا، جرموق پر مسح کافی نہیں ہوگا۔

قال ابن عابدين: (قوله: لم يجز) هذا إذا لم يكن في الخفين خرق مانع، فلو

كان، قال في المجتبى: لما المسح على الخف او على الجرموق؛ لأنهما كخف واحد؛ لكن بحث في الحلبة وتبعه في البحر بأنه ينبغي أن لا يجوز إلا على الخف، لما علم أن الشخين في خرقا مانعاً وجوفه كتغيره فكانت الوظيفة للخف، فلا يجوز على غيره وبه صرح في السراج كما قلمناه (رد المحتار مع الدر المختار: ١/ ٢٧٠، ط: دار الفكر بيروت)

خفین کے اوپر سے اونی موزہ پہننا

اگر کسی شخص نے خفین کے اوپر سوتی یا اونی موزے چڑھا رکھے ہیں، جن میں مسح کی شرائط نہیں پائی جاتیں، تو یہ دیکھا جائے گا کہ وہ باریک ہیں یا دبیز؟ اگر اتنے ہلکے ہیں کہ ان پر مسح کرنے سے تراوٹ چمڑے کے موزوں تک پہنچ جائے، تو ان کے اوپر سے مسح کرنا کافی ہے، ایسی صورت میں یہ سمجھا جائے گا کہ درحقیقت مسح خفین پر ہوا اور اگر اس قدر دبیز ہیں کہ اوپر کے مسح کا اثر نیچے خفین تک نہ پہنچے (جیسا کہ عام موزوں میں ہوتا ہے) تو ان موزوں پر مسح درست نہ ہوگا۔

قال ابن مازه: وإن لَبِسَهما فوقَ الخُفَّين، فإن كانا من كِرباس، أو ما يشبهُ الكِرباسَ، لا يجوزُ المسحُ عليهما، كما لو لَبِسَهما على الانفراد إلا أن يكونا رَقيقَين، يَصِلَ البَلَلُ إلى ما تحتهما

(المحيط البرهاني: ١/ ١٧١، الفصل السادس، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

قال ابن عابدين: فلو من كرباس، لا يجوز ولو فوقَ الخف إلا أن يَصِلَ بَلَلُ المَسحِ إلى الخُفِّ. (رد المحتار مع الدر المختار: ١/ ٢٦٨، ط: دار الفكر بيروت، ١/ ٤٥٠، ط: زكريا ديوبند، ٢/ ١٩٥، ط: فرفور دمشق)

وإن لَبِسَهما فوقَ الخُفَّين، فإن كَانا من كِرباس، أو ما يشبهه، لا يجوزُ المسحُ عليهما إلا أن يكونا رقيقين، يَصِلَ البَلَلُ إلى ما تحتهما۔ (الفتاوى الهندية:

۲۰۳، ط: دار الفکر بیروت، ۱/ ۸۵، ط: اتحاد/ زکریا، دیوبند)

قال الحلبي: فإن كان من الكرباس، لا يجوزُ المسحُ عليه بالاتفاق إلا إن عُلِمَ أنَّ البِلَّةَ نَفَذَتْ إلى الخفِّ مقدارَ الفرض.

(غنية المستملي، ص: ۹۸، ط: دار الكتاب، ديوبند)

خفین کے نیچے اونی یا سوتی موزے

اگر چمڑے کے موزوں کے نیچے باریک اونی یا سوتی موزے پہن رکھے ہیں تو بھی بالاتفاق چمڑے کے موزوں پر مسح جائز ہے۔

قال الحلبي: ثم تعليلُ أئمتنا بأن الجرموقَ بدل عن الرِّجل إلى آخره، يعلمُ منه جواز المسح على خفٍّ لَبِسَ فوقَ مَخيطٍ من كرباس، أو جوخ، أو نحوهما مما لا يجوزُ عليه المسح؛ لأن الجُرموقَ إذا كان بدلاً عن الرِّجل وجُعِلَ الخُفُّ مع جواز المسح عليه في حكم العدم، فلأن يكونَ الخُفُّ بدلاً عن الرِّجل، ويُجعَلُ ما لا يجوزُ المسح عليه في حكم العدم أولى كما في اللُّفافة، ويُؤيِّدُه أن الإمامَ الغزالي في الوجيز، والرّافعي في شرحه له مع التزامهما ذكرَ خلافِ الإمام أبي حنيفة في المسائل، أوْرَدَا هذه المسئلة في صورة الاتفاق. وكان مشائخنا إنما لم يُصَرِّحُوا به فيما اشتُهِرَ من كُتُبِهِم اكتفاءً بما قالوا في مسئلة الجرموق من كونه خَلَفاً عن الرِّجل، كذا أفادَه المولى خسرو في "الدُّرَر شرح الغُرَر". (غنية المستملي، ص: ۹۷، ۹۸، ط: دار الكتاب، ديوبند)

قال ابن عابدين: يُعلَمُ منه جوازُ المسح على خفٍّ لَبِسَ فوقَ مَخيطٍ من كرباس، أو جُوخ، أو نحوهما مما لا يجوز عليه المسح. (منحة الخالق على البحر الرائق ۱/ ۱۸۱، دار الكتاب الإسلامي، ديوبند)

قال ابن عابدين: (قوله: ولا اعتبار بما في فتاوى الشّاذي) بالذال

المعجمة على ما رأيته في النسخ، لكن الذي رأيته بخط الشارح في خزائن الأسرار بالدال المهملة.

ثم الذي في هذه الفتاوى هو ما نقله عنها في شرح المجمع من التفصيل، وهو: (أن ما يلبس من الكرباس المجرد تحت الخف، يمنع المسح على الخف لكونه فاصلاً وقطعة كرباس تلف على الرجل، لا تمنع؛ لأنه غير مقصود باللبس) وقد أطال في رده في شرح المنية والنهر، والبحر لتمسك جماعة به من فقهاء الروم قال ح: وقد اعتنى يعقوب باشا بتحقيق هذه المسألة في كراسة مثبتا للجواز لما سأله السلطان سليم خان). (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۶۹، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۴۵۱، ط: زكريا، ديوبند، ۲/ ۱۹۶، ط: فرفور، دمشق)

پلاسٹک اور فوم کے موزوں پر مسح

پلاسٹک اور فوم کے موزے اگر اتنے دبیز ہوں کہ انہیں پہن کر تین میل (ساڑھے پانچ کلومیٹر) چلا جا سکے، اور دیگر شرائط بھی ان میں پائی جائیں، تو ان پر مسح کرنا درست ہوگا۔

أو جوربيه ولو من غزل أو شعر الثخينين بحيث يمشي فرسخا، ويثبت على الساق بنفسه، ولا يرى ما تحته ولا يشف إلا أن ينفذ إلى الخف.

(الدر المختار مع رد المحتار ۱: ۲۶۹، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۴۵۱، ط: زكريا، ديوبند، ۲/ ۱۹۶، ط: فرفور، دمشق)

قال ابن عابدين: ويدل عليه أيضاً ما في ط عن الخانية: أن كل ما كان في معنى الخف في إدمان المشي عليه، وقطع السفر به ولو من لبد رومي، يجوز المسح عليه. اهـ

(رد المحتار مع الدر المختار ۱: ۲۶۹، ۱/ ۴۵۱، ط: زكريا، ديوبند، ۲/ ۱۹۶، ط: فرفور، دمشق)

انگریزی فل بوٹ جوتے پر مسح

انگریزی فل بوٹ جوتے پر مسح جائز ہے جب کہ ٹخنے اس سے چھپے ہوں اور اس کا چاک تسموں سے اس طرح بندھا ہو کہ پاؤں کی اس قدر کھال نظر نہ آئے جو مسح کے لیے مانع ہو؛ البتہ چونکہ یہ جوتے کے طور پر استعمال ہوتے ہیں، اس میں نماز پڑھنا بے ادبی ہے اور نجس ہونے کا احتمال بھی ہے، اس لیے بلاضرورت اس میں نماز نہیں پڑھنا چاہیے۔

مبطن موزوں پر مسح

چمڑا چڑھانے کی ایک صورت منعل اور مجلد کے علاوہ اور بھی ہے، یعنی جراب کے اندر کی جانب چمڑا چڑھا دیا جائے، اس کا حکم بھی مجلد اور منعل کا ہے۔

چوڑے موزے پر مسح

اگر موزہ چوڑا ہو کہ جب پاؤں اٹھاتا ہے، تو ایڑی موزہ سے نکل جاتی ہے اور جب پاؤں رکھتا ہے، تو پھر اپنی جگہ پر آجاتی ہے، تو اس پر مسح جائز ہے۔

لو كان الخفُّ واسعاً إذا رفع القدم يخرج العقب، وإذا وضع عاد إلى موضعه يجوز المسح عليه۔

(الفتاوی الهندية: ۱/ ۳۳، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۸۸، ط: اتحاد/ زكريا، ديوبند)

قال الحلبي: كذا لو كان الخفُّ واسعاً، إذا رفع القدم يرتفع العقب حتى يخرج إلى ساق الخف، وإذا وضع القدم عاد العقب إلى موضعها، لا ينتقض المسح. (غنية المستملي ص: ۱۰۱، ط: دار الكتاب، ديوبند)

ٹیڑھے پاؤں والے کے لیے خفین کا مسح

اگر کسی کے پاؤں ٹیڑھے ہوں اور وہ پنجوں کے بل چلتا ہو اور ایڑی اپنی

جگہ سے اٹھ گئی ہو، تو اُس کے لیے بھی خفین پر مسح جائز ہے۔

ولو كان الرّجلُ أعرَجَ يَمشِي على صُدورِ قَدَمَيه وقد ارتفعَ العَقِبُ عن موضعِ عَقِبِ الخُفِّ، كان له أن يَمسَحَ ما لم يَخرُج قدمُه إلى الساق، هكذا في فتاوى قاضي خان.

(الفتاوى الهندية: ۱/ ۳۳، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۸۸، ط: اتحاد/ زكريا، ديوبند)

قال الحلبي: وكذا لو كان أعرَجَ يَمشِي على صُدورِ قَدَمَين، وقد ارتفعَ العَقِبُ عن موضِعِه لما المسحُ. (غنية المستملي، ص: ۱۰۱، ط: دار الكتاب، ديوبند)

زربول موزے کا حکم

زربول ملک شام میں ایک قسم کی جراب یا موزے کو کہتے ہیں، جو دونوں ٹخنوں کی طرف سے کھلا ہوتا ہے، پہننے کے بعد اُس کو باندھ لیتے ہیں، باندھنے کے بعد کھلا ہوا حصہ چھپ جاتا ہے، اس پر مسح جائز ہے۔ آج کل چمڑے کے موزہ میں زِپ لگاتے ہیں، یہ بھی صحیح ہے۔

قال الحصكفي: فيجوزُ على الزَّربول لو مَشدودًا إلا أن يظهرَ قدرُ ثلاثة أصابع. قال ابن عابدين: (قوله: فيجوزُ على الزَّربول) بفتح الزاي وسكون الراء، هو في عُرف أهل الشام ما يُسمَّى مَركوبًا في عُرف أهل مصر. اهـ ح وهذا تفريع على ما فُهِمَ مما قبلَه من أن النقصانَ عن القدر المانع لا يَضُرُّه. ط (قوله: لو مشدودًا) لأن شَدَّه بمنزلة الخياطة، وهو مُستمسِك بنفسه بعدَ الشَّدِّ كالخُفِّ المَخيطِ بعضُه ببعض فافهم. وفي البحر عن المعراج: (ويجوزُ على الجارُوق المَشقُوق على ظهر القدم وله أزرار يَشُدُّها عليه تَسُدُّه، لأنه كغير المشقوق، وإن ظَهرَ من ظَهرِ القَدَم شيءٌ، فهو كخُروق الخُفِّ) اهـ قلتُ: والظاهر أنه الخُفُّ الذي يَلبَسُه الأتراكُ في زماننا. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۲۶۱، ط: دار

الفکر بیروت، ۱/ ۲۲۳، ط: زکریا، دیوبند ۲/ ۵۷۱، ط: فرفور دمشق)

انگلینڈ میں پہنے جانے والے خاص موزوں کا حکم

آج کل انگلینڈ میں ایک خاص قسم کے موزے استعمال ہو رہے ہیں، یہ اگرچہ چمڑے کی نہیں ہوتے؛ لیکن اس قدر موٹے اور دبیز ہوتے ہیں کہ ان میں پانی نہیں چھنتا، تحقیقات سے معلوم ہوا کہ اس میں مچھلی کی کھال استعمال کی گئی ہے، ان موزوں کا حکم جورب کے حکم کی طرح ہوگا، اگر اس میں وہی تین شرطیں پائی جائیں گی جن کی تفصیل گذر چکی ہے، تو ان پر مسح جائز ہوگا۔

چوری اور غصب کے موزوں پر مسح

غصب کیے ہوئے یا چوری کیے ہوئے یا چھینے ہوئے موزے پر مسح کرنا صحیح ہے، اگرچہ اس کا پہننا حرام ہے۔

قال الحصكفي: وجاز مسح خُفٍ مغصوب خلافاً للحنابلة. قال ابن عابدين: (قوله: خفٍ مغصوب) المرادُ به المُستعمَلُ على وجه مُحرَّم سواء كان غصباً أو سرقةً أو احتلاساً، "ط". (رد المحتار مع الدر المختار: ۱/ ۲۷۳، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۲۵۹، ط: زكريا، ديوبند ۲/ ۲۰۸، ط: فرفور دمشق)

ڈبل خفین میں مسح کے ناجائز ہونے کی تین صورتیں

(۱) اگر موزوں پر موزے پہنے جائیں اور پہلے موزوں کا مسح ہو چکا ہو، تو ان اوپر والے موزوں پر مسح جائز نہیں اور اسی طرح اگر یہ دوسرے موزے حدث کے بعد پہنے گئے ہوں، تب بھی ان پر مسح درست نہیں۔

(۲) جن موزوں میں شرائط پائے جاتے ہیں ان پر اگر ایسے موزے پہنے جائیں جن میں شرائط نہیں پائے جاتے اور نہ ایسے رقیق ہوں جن سے مسح کی تری تجاوز کرکے نیچے موزوں تک پہنچ جائے، تو ان اوپر والے موزوں پر مسح جائز نہیں۔

(۳) اگر موزے پر موزے پہنے جائیں اور اوپر والے موزوں میں مسح کے شرائط پائے جاتے ہوں، تو ہاتھ ڈال کر نیچے والے موزوں پر مسح درست نہیں خواہ نیچے والے موزوں میں مسح کے شرائط پائے جاتے ہوں یا نہ پائے جاتے ہوں۔

قال ابن عابدين: ثم الشرط أن يكونا بحيث لو انفردا، يصح مسحهما، حتى لو كان بهما خرق مانع، لا يجوز المسح عليهما، سراج. وأن يلبسهما قبل أن يمسح على الخفين وقبل أن يحدث، فلو كان مسح على الخفين، أو أحدث بعد لبسهما، ثم لبس الجرموقين، لا يجوز المسح عليهما اتفاقاً؛ لأنهما حينئذ لا يكونان تبعاً للخف، صرح بهذا الشرط في السراج، وشروح المجمع، ومنية المصلي وغيرها، ومقتضاه أنه لو توضأ، ثم لبس الخف، ثم جدد الوضوء قبل الحدث، ومسح على الخف، ثم لبس الجرموق، لا يجوز له المسح لاستقرار الحكم على الخف، فلا يصير الجرموق تبعاً.

وعبارة الشارح في الخزائن: (وهذا إذا كانا صالحين للمسح، أو رقيقين ينفذ إلى الخف قدر الفرض، ولم يكن أحدث، ولا مسح على خفيه قبل ما أحدث، ذكره ابن الكمال وابن مالك) اهـ هذا وفي البحر: (والخف على الخف كالجرموق عندنا في سائر أحكامه "خلاصة").

(رد المحتار مع الدر المختار: ۱ / ۲۶۹، ط: دار الفكر، بيروت، ۱ / ۴۵۰، ط: زكريا، ديوبند، ۲ / ۱۹۵، ط: فرفور، دمشق)

قال الحصكفي: ولو أدخل يده تحتهما، ومسح خفيه، لم يجز.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱ / ۲۷۰، ط: دار الفكر، بيروت، ۱ / ۴۵۲، ط: زكريا، ديوبند، ۲ / ۱۹۹، ط: فرفور، دمشق)

ولو كان الجرموق واسعاً، فأدخل فيه يده، ومسح على الخف، لم يجز كذا في القنية.

(الفتاوى الهندية: ۱ / ۳۲، ط: دار الفكر، بيروت، ۱ / ۸۶، ط: الاتحاد/ زكريا، ديوبند)

☆

پانچواں باب

مسح کی مدت

مسح کی مدت

مقیم کے لئے ایک دن رات (۲۴ گھنٹے) اور مسافر کے لئے تین دن اور تین رات (۷۲ گھنٹے) تک خفین پر مسح کرنا جائز ہے اور اس مدت کی ابتدا پہننے کے وقت سے نہیں ہوگی؛ بلکہ پہلی مرتبہ حدث لاحق ہونے کے وقت سے ہوگی۔

عن خزيمة بن ثابت، عن النبي صلى الله عليه وسلم، أنه سئل عن المسح على الخفين؟ فقال: للمسافر ثلاثة أيام، وللمقيم يوم، وذكر عن يحيى بن معين أنه صحح حديث خزيمة بن ثابت في المسح. قال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح. (الترمذي، باب المسح على الخفين للمسافر والمقيم، رقم: ۹۵)

عن صفوان بن عسال، قال: كان رسول الله ﷺ يأمرنا إذا كنا سفرا أن لا ننزع خفافنا ثلاثة أيام ولياليهن، إلا من جنابة، ولكن من غائط، وبول ونوم. هذا حديث حسن صحيح

قال الترمذي: قال زائدة عن منصور، كنا في حجرة إبراهيم التيمي، ومعنا إبراهيم النخعي، فحدثنا إبراهيم التيمي، عن عمرو بن ميمون، عن أبي عبد الله الجدلي، عن خزيمة بن ثابت، عن النبي ﷺ في المسح على الخفين، قال محمد: أحسن شيء في هذا الباب حديث صفوان بن عسال، : وهو قول العلماء من أصحاب النبي ﷺ والتابعين، ومن بعدهم من الفقهاء، مثل سفيان الثوري، وابن المبارك، والشافعي، وأحمد، وإسحاق، قالوا: يمسح المقيم يوما وليلة، والمسافر ثلاثة أيام ولياليهن، وقد روي عن بعض أهل العلم أنهم لم يوقتوا في المسح على الخفين، وهو قول مالك بن أنس، والتوقيت أصح.

(الترمذي، باب المسح على الخفين للمسافر والمقيم، رقم: ۹۶)

عن عبد الرحمن بن أبي بكرة عن أبيه: أن رسولَ الله ﷺ وَقَّتَ في المسح على الخفين ثلاثة أيام ولياليهن للمسافر وللمقيم يوماً وليلةً.

(صحيح ابن حبان: رقم: ۱۳۲۸ ،اعلاء السنن: ۱/ ۳۳۹)

قال الحصكفي: (يوماً وليلةً لمقيم وثلاثة أيام ولياليها لمسافر.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۲۷۱، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۴۵۶، ط: زكريا، ديوبند، ۲/ ۳۰۳ ط: فور دمشق)

قال الحلبي: فإن كان الماسح مقيماً يمسح يوماً وليلةً، وإن كان مسافراً يمسح ثلثة أيام ولياليها، لما في صحيح مسلم من حديث علي جعل رسول الله ﷺ ثلثة أيام ولياليهن للمسافر، ويوماً وليلةً للمقيم، هو حُجَّة على مالك في عدم توقيته بوقت. (غنية المستملي ص: ۹۳، ط: دار الكتاب ديوبند)

قال ابن نجيم: (قوله: يوماً وليلةً للمقيم وللمسافر ثلاثاً) هذا بيان لمدة المسح، أي: صَحَّ المسح يوماً وليلةً إلخ، وهذا قولُ جمهور العلماء منهم أصحابنا والشافعي، وأحمد، والحجة لهم أحاديث كثيرة صريحة يطول سردُها. (البحر الرائق: ۱/ ۱۸۰، ط: دار الكتاب الإسلامي، ۱/ ۲۹۸، ط: زكريا، ديوبند)

وهي للمقيم يوم وليلة، وللمسافر ثلاثة أيام ولياليها، هكذا في المحيط سواء كان السفرُ سفرَ طاعةٍ أو معصية.

(الفتاوى الهندية: ۱/ ۳۳، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۸۲، ط: اتحاد/ زكريا، ديوبند)

قال السرخسي: ولأن المسح رخصة لدفع المشقة، وذلك مُؤَقَّت في حق المقيم بيوم وليلة، لأنه يلبس خُفَّيه حين يصبح، ويخرج، فيشق عليه النزع قبل أن يعود إلى بيته ليلاً، والمسافر يلحقه الحرج بالنزع في كل مرحلة فقُدِّرَ في حقه بثلاثة أيام ولياليها أدنى مدة السفر، إذ لا نهاية لأكثره.

(المبسوط: ۱/ ۹۸، ط: دار المعرفة بيروت)

تحقیق عثمانی

مقیم کے لیے ایک دن ایک رات اور مسافر کے لیے تین دن تین رات کی مدت کی تحدید جمہور کا مسلک ہے اور توقیت مسح کا یہ مفہوم حد شہرت تک پہنچا ہوا ہے۔ اس سلسلے میں بہت سے صحابہ کرام سے صریح حدیثیں منقول ہیں، جن میں سے حضرت صفوان بن عسال، حضرت خزیمہ بن ثابت اور حضرت ابو بکرہ کی روایتیں ہم نے ذکر کی ہیں۔ امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ مسح کی مدت میں کوئی تحدید نہیں ہے، انھوں نے جن روایتوں سے استدلال کیا، ان کا جواب دیتے ہوئے علامہ عثمانی فرماتے ہیں کہ جن احادیث سے عدم توقیت پر استدلال کیا گیا ہے، بنیادی طور پر وہ تین روایتیں ہیں: (۱) حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ کی حدیث جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت خزیمہ فرماتے ہیں کہ اگر حضور ﷺ سے ہم مسح کی مدت میں اضافہ چاہتے، تو آپ اضافہ فرما دیتے، یہ ابو داؤد کے الفاظ ہیں، ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں کہ اگر سوال کرنے والا مزید سوال کرتا تو آپ مسح کی مدت پانچ دن مقرر فرما دیتے، صحیح ابن حبان میں دونوں الفاظ کے ساتھ یہ روایت بیان کی گئی ہے؛ لیکن ترمذی میں یہ زیادتی مذکور نہیں ہے۔ علامہ عثمانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا سب سے بہتر جواب علامہ ابن سید نے شرح ترمذی میں دیا ہے، جسے قاضی شوکانی نے نیل الاوطار میں نقل کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت خزیمہؓ کی حدیث میں مذکورہ زیادتی کو اگر تسلیم بھی کر لیا جائے، تو بھی اس جملہ سے عدم توقیت پر استدلال صحیح نہیں ہے؛ اس لیے کہ (لو) کلام عرب میں انتفاء ثانی بسبب انتفاء اول کے لیے آتا ہے؛ لہٰذا اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ اگر ہم حضور اکرم ﷺ سے مدت مسح میں زیادتی کو طلب کرتے، تو آپ ﷺ زیادتی فرما دیتے؛ لیکن چونکہ زیادتی طلب نہیں کی، اس لیے زیادتی نہیں ہوئی۔

فائدہ:

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے حضرت شیخ الہندؒ کے حوالے سے فتح الملہم میں نقل کیا ہے کہ دراصل آپ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ آپ اہم معاملات میں اور بہت سے شرعی معاملات کی تحدید میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ فرمایا کرتے تھے، مسح علی الخفین کی مدت مقرر کرنے میں بھی آپ ﷺ نے صحابہ سے مشورہ کیا ہوگا، حضرت خزیمہ اسی کے بارے میں فرمارہے ہیں کہ اگر ہم زیادہ مدت کا مشورہ دیتے، تو آپ ﷺ زیادہ مدت مقرر فرمادیتے؛ لیکن ہم نے زیادتی کا مشورہ نہیں دیا، اس لیے آپ نے زیادتی نہیں فرمائی۔ (حاشیہ اعلاء السنن)

دوسری حدیث جس سے عدم توقیت پر استدلال کیا گیا ہے، وہ دار قطنی میں حضرت عقبہ بن عامرؓ کی روایت ہے، حضرت عقبہ فرماتے ہیں کہ میں ملک شام سے جمعہ کے دن مدینہ منورہ جانے کے لیے نکلا اور اگلے جمعہ میں مدینے پہنچ کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں (خفین پہن کر) حاضر ہوا، حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ عقبہ! تم نے خفین کب پہنے تھے، حضرت عقبہ نے فرمایا جمعہ کے دن، حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ اس درمیان میں کیا تم نے خفین اتارے؟ حضرت عقبہؓ نے فرمایا نہیں، اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم نے سنت کے مطابق عمل کیا۔ اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ سے رجوع ثابت ہے، وہ خود توقیت مسح کے قائل تھے، توقیت کے سلسلے میں اُن سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں۔

ابن سید نے شرح ترمذی میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عمرؓ سے مسح کی مدت کی توقیت ثابت ہے۔ علامہ عثمانی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر کے رجوع کے بعد اُن کے قول: اصبت السنۃ کو صحیح قرار نہیں دیا جاسکتا، ممکن ہے کہ انھوں نے پہلے یہ ارشاد فرمایا ہو، پھر بعد میں صحیح حکم اُن کے علم میں آیا ہو، نیز دوسری طرف توقیت کے سلسلے میں صریح مرفوع حدیثیں موجود ہیں۔

علامہ عثمانی فرماتے ہیں کہ مسح میں عدم توقیت سے متعلق ابوداؤد میں ابی بن عمارہؓ اور مجمع الزوائد میں حضرت میمونہؓ کی حدیث ضعیف ہیں، لہٰذا صحیح احادیث کے مقابلے میں ان کو حجت نہیں بنایا جا سکتا۔ (اعلاء السنن ۱: ۳۳۹، ط: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، کراچی، اشرفیہ دیوبند)

مسح کی مدت شروع ہونے کا وقت

موزوں پر مسح کی مدت کی ابتدا موزہ پہننے کے بعد پہلی مرتبہ حدث لاحق ہونے کے وقت سے شمار ہوگی، جس وقت موزے پہنے ہیں، اس وقت سے مدت شروع نہیں ہوگی، مثلاً کسی شخص نے پانچ بجے کامل طہارت کے ساتھ موزہ پہنا، اس کے بعد دس بجے اس کو پہلی مرتبہ حدث لاحق ہوا، تو اس کی مدت کی ابتدا دس بجے سے ہوگی۔

قال الحصكفي: وابتداء المدّة (من وقت الحدث) قال ابن عابدين: (قوله: من وقت الحدث) أي: لا من وقت المسح الأول، كما هو رواية عن أحمد، ولا من وقت اللبس، كما حُكي عن الحسن البصري، وتمامه في البحر.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۲۷۲، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۳۵۲، ط: زكريا، ديوبند، ۲/ ۲۰۳، ط: فرفور دمشق)

قال ابن نجيم: (قوله: من وقت الحدث) بيان لأول وقته، ولا يُعتبر من وقت المسح الأول، كما هو رواية عن أحمد، واختاره جماعة منهم: النووي وقال: لأنه مقتضى أحاديث الباب الصحيحة، ولا من وقت اللبس كما هو محكيٌ عن الحسن البصري، واختاره السُّبكي من متأخري الشافعية؛ لأنه وقت جواز الرخصة، والحُجّةُ للجمهور أن أحاديث الباب كلُّها دالة على أن الخف جُعِلَ مانعاً من سراية الحدث إلى الرجل شرعاً، فتعتبر المدةُ من وقت

المنع؛ لأن ما قبل ذلك طهارة الغسل ولا تقدير فيها، فإذن التقدير في التحقيق إنما هو لمدة منعه شرعاً، وإن كان ظاهر اللفظ التقدير للمسح أو اللبس، والخُفُّ إنما منعَ من وقت الحدث، وفي المبسوط لشمس الأئمة السرخسي: وابتداؤها عقيب الحدث؛ لأنه لا يمكن اعتبار المدة من وقت اللبس، فإنه لو لم يحدث بعد اللبس حتى يمرّ يوم وليلة، لا يجب عليه نزع الخف، ولا يمكن اعتباره من وقت المسح؛ لأنه لو أحدث، ولم يمسح، ولم يصل أياماً لا إشكال أنه لا يمسح بعد ذلك، فكان العدل في الاعتبار من وقت الحدث اهـ

(البحر الرائق: ۱/ ۱۸۰، ط: دار الكتاب الاسلامي، ۱/ ۲۹۸، ط: زكريا، ديوبند)

وابتداء المدة تعتبر من وقت الحدث بعد اللبس. (الفتاوى الهندية: ۱/ ۳۳، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۸۷، ط: اتحاد/ زكريا، ديوبند)

مدت مسح میں حدث کی ابتدا کا اعتبار ہے یا انتہا کا؟

خفین پر مسح کی مدت کی ابتدا پہلی مرتبہ حدث لاحق ہونے کے بعد سے ہوگی اور اس میں حدث کے اول وقت کا اعتبار ہوگا، آخر وقت کا نہیں، چنانچہ اگر کوئی شخص خفین پہننے کے بعد سو گیا، تو مسح کی مدت سونے کے اول وقت سے شمار ہوگی، اٹھنے کے بعد سے نہیں۔

قال ابن عابدين: وذكر الرملي: (أن صريح كلام البحر أن المدة تعتبر من أول وقت الحدث، لا من آخره كما هو عند الشافعية، وما قلناه أولى؛ لأنه وقت عمل الخف، ولم أر من ذكر فيه خلافاً عندنا) اهـ وعليه فلو كان حدثه بالنوم، فابتداء المدة من أول ما نام، لا من حين الاستيقاظ، حتى لو نام، أو جن، أو أغمي عليه مدته، بطل مسحه (رد المحتار مع الدر المختار: ۱/ ۲۷۱، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۴۵۰، ط: زكريا، ديوبند، ۲/ ۲۰۳، ط: رشيدية دمشق)

حدثِ اول سے پہلے خفین اتار دینا یا مدت پوری ہو جانا

طہارت کی حالت میں خفین پہننے کے بعد ابھی کوئی حدث پیش نہیں آیا تھا کہ خفین اتار دیے یا مسح کی مدت پوری ہونے تک حدث پیش نہیں آیا، اس صورت میں خفین اتارنے یا مدت پوری ہونے سے پیروں کا دوبارہ دھونا لازم نہیں ہے؛ کیوں کہ ابھی مسح کی مدت شروع ہی نہیں ہوئی ہے۔

واعلم بأن خلع الخفين قبل انتقاض الطهارة التي لبس بها الخفين لا يضره، وإن تكرر، لأن الطهارة قائمة، وخلع الخفين ليس بحدث، كذا بخط قارئ الهداية وغيره.

(حاشية الشلبي على تبيين الحقائق: ۵۰، ط: المطبعة الكبرى الأميرية بولاق، قاهرة)

قال ابن مازة: وأراد بقوله: ولم يحدث في تلك الساعة، أنه لم يحدث بعد الحدث الأول من وقت اللبس، لا أنه لم يحدث أصلاً من وقت اللبس، فإن لابس الخفين إذا استكمل يوماً وليلة وهو على وضوء ولم يحدث أصلاً، لا يجب عليه غسل القدمين بالإجماع؛ لأن انقضاء المدة إنما اعتبر في حق ماسح الخفين، لا في حق لابس الخفين، وهذا الرجل لابس الخفين، وليس بماسح الخفين، فلا يعتبر انقضاء المدة في حقه.

(المحيط البرهاني: ۱/ ۱۷۲، الفصل السادس، ط: دار الكتب العلمية، بيروت)

مدتِ مسح ختم ہونے پر کیا کرے؟

جس شخص کے مسح کی مدت ختم ہو جائے اور وہ باوضو ہو، تو اس کے لیے یہ کافی ہے کہ موزے اتار کر صرف پیر دھو لے، بقیہ وضو دہرانا اس پر لازم نہیں ہے؛ البتہ بہتر یہ ہے کہ پورا وضو کر لے۔

قال الحصكفي: (وبعدهما) أي النزع والمضي (غَسَلَ المتوضئ رِجلَيه لا غير) لحلول الحدث السابق قدميه. قال ابن عابدين: (قوله: غَسَلَ المتوضئ رِجلَيه لا غير) يعني أن يستحبُّ غَسلُ الباقي أيضاً، مراعاةً للوَلاء المستحبِّ، وخروجاً من خلاف مالك كما قاله سيدي عبد الغني، وسبقه إلى هذا في المعقوبية، ثم رأيته في الدُّرِّ المنتقى عن الخلاصة مصرِّحاً: (بأن الأولى إعادته) (الدر المختار مع رد المحتار ۱: ۲۷۶، ط: دار الفكر بيروت، ۱: ۴۴۳، ط: زكريا، ديوبند ۲/۲۲۰، ط: فرفور دمشق)

قال في الأصل: إذا انقضى وقت المسح، ولم يحدث في تلك الساعة، فعليه نزعُ خفيه، وغَسلُ رِجلَيه، وليس عليه إعادةُ بقية الوضوء.

(المحيط البرهاني ۱: ۱۷۶، الفصل السادس، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

قال الحلبي: وإذا انقضت مدة المسح، لَزِمَ نزعُ الخفين، وغَسلُ الرِّجلَين؛ لأن منعَ الخُفِّ سرايةَ الحدث إلى الرجل "مغيا" في الحديث المتقدِّمِ ذكرُه، فإذا انتهت الغايةُ زال المنع، فتحلُّ الحدثُ السابقُ محلَّه، وليس عليه غَسلُ بقية الأعضاء إن كان متوضِّئاً؛ لأنها قد غُسِلَت ولم يَطرأ عليها حدث، وكذا الحكمُ إذا نَزَعَ قبل تمام المدة. (غنية المستملي ص: ۱۰۸، ط: دار الكتاب، ديوبند)

وإذا نَزَعَ الخفَّ وهو طاهر لا يجب عليه إلا غَسلُ رِجليه، وكذا إذا انقضت مدةُ مسحه، هكذا في الهداية.

(الفتاوى الهندية ۱: ۳۴، ط: دار الفكر بيروت، ۱: ۸۸، ط: اتحاد/ زكريا، ديوبند)

مسح کرنے والا مقیم مسافر ہو جائے

اگر مسح کرنے والا مقیم ۲۴ گھنٹے پورا ہونے سے پہلے مسافر شرعی ہو جائے، یعنی سوا ستتر کلومیٹر یا اس سے زائد کی مسافت کے ارادے سے وہ آبادی سے باہر

نکل جائے تو اس کے لیے ۷۲/ گھنٹے تک مسح کرنے کی اجازت ہوگی۔

قال الحصكفي: (مسح مقيم). (فسافر قبل تمام يوم وليلة) (مسح ثلاثاً. قال ابن عابدين: (قوله: مسح مقيم) قيد بمسحه، لا للاحتراز عما إذا سافر المقيم قبل المسح؛ فإنه معلوم بالأولى، بل للتنبيه على خلاف الشافعي (قوله: بعد حدثه) بخلاف ما لو مَسَحَ لتجديد الوضوء، فإنه لا خلافَ فيه. (قوله: فسافر) بأن جاوزَ العمران مريداً له نهر. (قوله: مَسَحَ ثلاثاً) أي: تَمّمَ مدةَ السفر؛ لأن الحكم المؤقَّتَ يعتبر فيه آخر الوقت، ملتقى وشرحه.

(الدر المختار مع رد المحتار ١/ ٢٧٨، ط: دار الفكر بيروت، ١/ ٣٦٦، ط: زكريا، ديوبند، ٢/ ٢٢٨، ط: فرفور زكريا، ديوبند)

قال الحلبي: ومن ابتدأ المسحَ، أي: مُدّةَ المسح لا نفسه، وهو والحال أنه مقيم، فسافرَ قبل تمام يوم وليلة، مَسَحَ تمام ثلاثة أيام ولياليها عندنا خلافاً للشافعي وأحمد؛ لأنه حكم مُتَعَلِّق بوقت، وكل حكم مُتَعَلِّق بوقت، فالمُعتبَرُ فيه آخر الوقت، وآخر الوقت هو مسافر (غنية المستملي، ص: ٧٩، ط: دار الكتاب، ديوبند)

مقيم سافرَ في مدة الإقامة يَستكمِلُ مدةَ السفر. (الفتاوى الهنديه ١/ ٣٣، ط: دار الفكر بيروت، ١/ ٨٧، ط: اتحاد/ زكريا، ديوبند)

مسح کرنے والا مسافر مقیم ہو جائے

اگر حالتِ سفر میں مسح شروع کیا اور ۲۴/ گھنٹے سے پہلے مقیم ہو گیا، تو ۲۴/ گھنٹے پورے ہونے تک مسح کی گنجائش ہوگی اور اگر ۲۴/ گھنٹے پورے ہونے کے بعد مقیم ہوا ہے، تو اب حالتِ اقامت میں اس کے لیے آگے مسح کرنا جائز نہیں ہوگا؛ بلکہ موزے اتار کر پیر دھونے ضروری ہوں گے۔

قال الحصكفي: ولو أقام مسافر بعد مضي مدة مقيم، نزَعَ وإلا أتمَّها)

لأنه صار مقيماً. (الدر المختار مع رد المحتار ۱: ۲۷۸، ط: دار الفكر بيروت، ۱: ۴۶۸، ط: زكريا، ديوبند، ۲: ۲۲۹، ط: فرفور زكريا، ديوبند)

قال الحلبي: ومن ابتدأ المسح وهو مسافر ثم أقام ينظر إن كان قد مسح يوماً وليلةً أو أكثر لزمه نزعهما وغسلُ رجليه؛ لأنه صار مقيماً، فسقطَ ترخُّصه بالإبلاغ إلى ثلثة أيام، وإن كان قد مسح أقلَّ من يوم وليلة، أتمَّ مسح يوم وليلة؛ لأنها مدّة المقيم. (غنية المستملي ص: ۹۷، ط: دار الكتاب، ديوبند)

چھٹا باب

مسح کے باطل ہوجانے کی صورتیں

نواقضِ وضوء کا پیش آنا

جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سے مسح بھی باطل ہو جاتا ہے، جیسے: بول، براز وغیرہ، ایسی صورت میں نیا وضوء کرتے وقت دوبارہ مسح کرنا ہوگا۔

قال الشرنبلالي: "وينقض مسح الخف "أحد" أربعة أشياء" أولها "كل شيء ينقض الوضوء، لأنه بدل، فينقضه ناقض الأصل. (در الحكام شرح غرر الأحكام: ۳۲، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

قال الحصكفي: (وناقضه ناقض الوضوء)؛ لأنه بعضه.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۲۷۵، ط: دار الفكر بيروت، ۲۱۲، ط: زكريا، ديوبند، ۲/ ۲۱۶، ط: فرفور، دمشق)

ينقضه ناقض الوضوء. (الفتاوى الهندية: ۱/ ۳۳، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۸۸، ط: اتحاد/ زكريا، ديوبند)

قال ابن نجيم: (قوله: وينقضه ناقض الوضوء) أي: وينقض المسح كل شيء نقض الوضوء حقيقياً أو حكمياً؛ لأن المسح بعض الوضوء، فما نقض الكلّ نقض البعض.

(البحر الرائق: ۱/ ۱۸۲، ط: دار الكتاب الإسلامي، ۱/ ۳۰۸، ط: زكريا، ديوبند)

موزے کا پیر سے اتر جانا

موزے کا پیر سے یا پیر کے اکثر حصہ سے اتر جانا خواہ قصداً اتارے یا بغیر قصد کے اتر جائیں، اس صورت میں موزوں کو اتار کر پیروں کو دھونا ضروری ہے۔

قال الحصكفي: (وخروج أكثر قدميه) من الخف الشرعي، وكذا

إخراجه (تزع) في الأصح اعتبارا للأكثر. قال ابن عابدين: (قوله: من الخف الشرعي) أي: الذي اعتبره الشرع لازماً بحيث لا يجوز المسح على أقل منه، وهو الساتر للكعبين فقط. (قوله: وكذا إخراجه) تصريح بما فُهِمَ من الخروج بالأولى؛ لأن في الإخراج خروجاً مع زيادة وهي القصد.... (قوله: في الأصح) صَحَّحَهُ في الهداية وغيرها، وبه جَزَمَ في الكنز والملتقى.

(الدر المختار مع رد المحتار ۱/ ۲۷۶، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۴۶۳، ط: زكريا، ديوبند، ۲/ ۲۲۱، ط: فرفور دمشق)

قال الحلبي: وإذا أراد الماسح على الخف أن يَخلَعَ خُفَّيه، فنَزَعَ القدمَ من موضعه من الخف، غير أن القدم في الساق بعد، انتقض مسحه إجماعاً، وإن نَزَعَ بعضَ القدم عن مكانه، فقد اختلف في مقدار ما يَنقُضُ المسح حينئذ. وفي رواية عنه - وهو قول الحسن بن زياد - إن خَرَجَ أكثر القدم إلى ساق الخف، انتقض المسح وإلا فلا، قال في الهداية وغيرها: هو الصحيح؛ لأن للأكثر حكم الكل، وقيل: ينتقض بخروج نصف القدم.

(غنية المستملي ص: ۱۰۰، ط: دار الكتاب، ديوبند)

ونزع الخف وكذا نزع أحدهما... وخروج أكثر القدم إلى الساق نزع وهو الصحيح، هكذا في الهداية. (الفتاوى الهندية ۱: ۳۳، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۸۸، ط: اتحاد/ زكريا ديوبند)

پیر کے اکثر حصے کا دھل جانا

کسی پیر کا اکثر حصہ اگر دھل جائے، تو اس صورت میں موزوں کو اتار کر پیروں کو دھونا ضروری ہے۔

قال الحصكفي: (وينقض) أيضاً (بغسل أكثر الرِّجل فيه) لو دَخَلَ

الماءُ خُفَّه، وصَحَّحَه غيرُ واحد. قال ابن عابدين: (قوله: لو دخل الماء خفه) في بعض النسخ أدخَلَ، ولا فرقَ بينهما في الحكم، كما أفاده ح، وقَدَّمناه (قوله: وصَحَّحَه غيرُ واحد) كصاحب الذخيرة والظهيرية، وقدّمنا عن الزيلعي: (أنه المنصوص عليه في عامة الكتب) وعليه مَشَى في نور الإيضاح وشرح المنية.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۲۷۴، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۴۶۵، ط: زكريا، ديوبند، ۲/ ۲۲۳، ط: فرفور، دمشق)

قال ابن عابدين: عن الشيخ الفقيه أبي جعفر: إذا أصاب الماءُ أكثرَ إحدى رجليه يَنقُض مَسحَه، ويكون بمنزلة الغسل، وبه قال بعض المشايخ، وفي الذخيرة: وهو الأصحُّ، وبعض مشايخنا قالوا: لا ينتقض المسح على كل حال، وقال الزيلعي في نواقض المسح: وذَكَرَ المرغيناني: أن غَسلَ أكثرِ القدم يَنقُضه في الأصح اهـ فهذا نص على صحة هذا الفرع، وضُعف ما يُقابِلُه اهـ كلامه. (منحة الخالق على البحر الرائق: ۱/ ۱۸۲، ط: دار الكتاب الإسلامي)

ولو لَبِسَ خُفَّيه على طهارة كاملة، ومَسَحَ عليهما، ثم دَخَلَ الماءُ في أحد خفيه، إن بَلَغَ الكَعبَ، حتى صار جميعُ الرِّجل مغسولاً، يَجِبُ عليه غَسلُ الرِّجل الأخرى، هكذا في الخلاصة، وكذا إذا ابتَلَّ أكثرُ القدم، وهو الأصحُّ، هكذا في الظهيرية.

(الفتاوى الهندية: ۱/ ۳۳، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۸۸، ط: اتحاد/ زكريا، ديوبند)

قال الحلبي: وفي كتاب الصلاة لأبي عبدالله الزعفراني: رجل مَسَحَ على خفَّيه، ثم دَخَلَ الماءَ بنصب الماء، أي: خاض فيه وبرفعه أي: دخل الماءُ خفَّه، إن ابتَلَّ جميعُ إحدى القدمين، يعني: ابتلا أو غسل، ينتقض مسحُه، وكذا الحكمُ في ابتلال الأكثر على ما تَقَدَّمَ في أول الفصل في البحث مع الزيلعي من النقل عن الظهيرية، ونَقَلَه أكثرُ الفتاوى كالخلاصة وغيرها، وقال

في الذخيرة: وهو الأصحُ فلابد من قبوله. وليس له حدٌ إلا وقوع الغسل صحيحاً، وعدم جواز الجمع بين المسح والغسل، وكون الأكثر له حكم الكل. (غنية المستملي، ص: ۱۰۰، ط: دار الكتاب، دیوبند)

تحقیقِ شامی

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ البحر الرائق، بدائع الصنائع، حلیۃ المحلی وغیرہ بعض کتابوں میں یہ حکم لکھ گیا ہے کہ خفین کے اندر پیروں تک کتنا ہی پانی پہنچ جائے، مسح باطل نہیں ہوگا؛ لیکن یہ قول مرجوح ہے؛ اس لیے کہ اکثر کتابوں میں مسح کا باطل ہونا مذکور ہے، علامہ شرنبلالیؒ نے اس قول کی صراحتاً تضعیف کی ہے اور یہ مسئلہ متون میں مذکور نہیں ہے؛ بلکہ مشائخ کی تخریج ہے، اس لیے کہ متون میں صرف وہی مسائل بیان کیے جاتے ہیں، جو صاحبِ مذہب سے منقول ہوں۔

فائدہ: علامہ شامیؒ نے البحر الرائق کے حاشیہ منحۃ الخالق میں علامہ شرنبلالیؒ کے حوالے سے اس مسئلے پر تفصیلی کلام کیا ہے اور متعدد کتابوں سے اس قول کا ضعیف ہونا نقل کیا ہے۔

مدت کا پورا ہونا

مسح کی مدت کا گذر جانا، خواہ اُس نے موزے پر ایک بار بھی مسح نہ کیا ہو، اس صورت میں بھی موزوں کو اتار کر پیروں کو دھونا ضروری ہے۔

قال الحصكفي: (ومضي) المدة وإن لم يمسح. قال ابن عابدين: (قوله: ومضي المدة) للأحاديث الدالة على التوقيت. قوله: وإن لم يمسح) أي: إذا لبس الخفَّ، ثم أحدث بعده، ثم مضت المدةُ بعد الحدث، ولم يمسح فيها، ليس له المسح. (الدر المختار مع رد المحتار ۱: ۲۷۵، ط: دار الفكر بيروت، ۳۶۲، ط: زكريا، ديوبند ۲: ۲۱۶، ط: فرفور، دمشق)

مسح کی مدت پوری ہوگئی؛

لیکن پیر دھونے میں شل ہوجانے کا خطرہ ہو

اگر مسح کی مدت پوری ہوگئی؛ لیکن ٹھنڈے پانی سے پیروں کو دھونے میں پیروں کے شل ہونے کا خوف ہو اور گرم پانی میسر نہ ہو، تو جب تک ایسی حالت رہے، اس کے لیے انھیں موزوں پر مسح کرنے کی گنجائش ہے؛ مگر یہ مسح پٹی کے مسح کی طرح ہوگا، یعنی پورے موزے پر یا اس کے اکثر حصے پر، نہ کہ خفین پر مسح کی طرح؛ اس لیے کہ اس صورت میں موزے زخم کی پٹی کے حکم میں ہیں۔ (اس مسئلہ میں بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ اس صورت میں موزوں پر مسح جائز نہیں ہے؛ بلکہ ایسے شخص کو معذور سمجھ کر تیمم کی اجازت دی جائے گی۔

نماز کے اندر مسح کی مدت پوری ہوگئی اور پانی موجود نہیں ہے

اگر مسح کی مدت پوری ہوتے وقت پانی نہ ملے، تو مدت پوری ہونے سے مسح نہیں ٹوٹے گا؛ بلکہ اسی مسح سے نماز ہوجائے گی۔

قال الحصكفي: (ومضي) المدة وإن لم يمسح (إن لم يخش) بغلبة الظن (ذهاب رجله من برد) للضرورة فيصير كالجبيرة فيستوعبه بالمسح، ولا يوقت، ولذا قالوا: لو تمت المدة وهو في صلاته ولا ماء مضى في الأصح، وقيل: تفسد، ويتيمم وهو الأشبه.

قال ابن عابدين: أقول: الذي حققه في الفتح بحثاً لزوم التيمم دون المسح؛ فإنه بعد ما نقل عن جوامع الفقه والمحيط: (أنه إن خاف البرد، فله أن يمسح مطلقاً) أي: بلا توقيت. قال ما نصه: (فيه نظر فإن خوف البرد لا أثر له

في منع السراية، كما أن عدم الماء لا يمنعها، فغاية الأمر أنه لا ينزع؛ لكن لا يمسح؛ بل يتيمم لخوف البرد) اهـ وأقره في شرح المنية، وأطنب في حسنه؛ وهو صريح في انتقاض المسح لسراية الحدث، فلا يصلي به إلا بعد التيمم لا المسح؛ ولكن المنقول هو المسح لا التيمم كما مر عن الكافي، وعيون المذاهب، والجوامع، والمحيط، وبه صرَّحَ الزيلعي وقاضي خان، والقُهستاني عن الخلاصة، وكذا في التاترخانية، والولوالجية، والسراج عن المشكل، وكذا في مختارات النوازل لصاحب الهداية، وبه صرح أيضا في المعراج والحاوي القدسي بزيادة جعله كالجبيرة، وعليه مشى في الإمداد. وقد قال العلامة قاسم: (لا عبرةَ بأبحاث شيخنا يعني: ابنَ الهمام إذا خالفت المنقولَ) فافهم. (قوله للضرورة) علة لعدم النقض المفهوم من قوله: (إن لم يخش) (قوله فيستوعبه) أي: على ما هو الأولى أو أكثره، وهذا إنما يتم إذا كان مسمى الجبيرة فيصدق عليه. اهـ فتح.

وأجاب في البحر: (بأن مُفاد ما في المعراج الاستيعاب، وأنه مُلحق بالجبائر لا جبيرة حقيقةً) اهـ أي: فالمراد بتشبيهه بالجبيرة بالاستيعاب لمنع كونه مسحَ خف، لا لأنه جبيرة حقيقة ليجوز مسح أكثره.

(رد المحتار مع رد المحتار: ١/ ٢٧٥، ط: دار الفكر بيروت، ١/ ٣٢٣، ط: زكريا، ديوبند، ٢/ ٢١٦، ط: فرفور، دمشق)

ولو خاف مَن نَزَعَ خُفَّيه على ذهاب قدميه من البرد، جاز له المسح وإن طالت المدة كمسح الجبيرة، هكذا في التبيين والبحر الرائق. (الفتاوى الهندية: ١/ ٣٢، ط: دار الفكر بيروت، ١/ ٨٨، ط: الاتحاد/ زكريا، ديوبند)

ومُضِيُّ المدة، هكذا في الهداية، هذا إذا وَجَدَ الماء، أما إذا لم يجده، لم ينتقض مسحه، بل تجوز له الصلاة حتى إذا انقضت، وهو في الصلاة، ولم يجد

ماءٍ، يمضي على صلاته وهو الأصحُّ، هكذا في المحيط، فتاوى قاضي خان والزاهدي والجوهرة النيرة، ومن المشايخ مَن قال: تفسد صلاته وهو الأشبه، كذا في التبيين.

(الفتاوى الهندية: ۱/ ۳۳، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۸۸، ط: اتحاد/ زكريا، ديوبند)

ایک موزے کا مسح باطل ہوگیا

اگر ایک موزے کا مسح باطل ہو جائے گا، تو دوسرے موزے کا مسح بھی باطل ہو جائے گا، اس لیے کہ ایک پیر کا مسح کرنا اور دوسرے کو دھونا جائز نہیں، اگر مسح کیا جائے تو دونوں پیر اور دھوئے جائیں تو دونوں۔ مثلاً: کسی شخص کا ایک ہی موزہ تین انگلیوں کے بقدر پھٹا ہو، دوسرا نہیں یا کسی کا ایک پیر دھل جائے یا ایک موزہ اتر جائے، دوسرا نہیں، تو دونوں موزوں کا مسح باطل ہو جائے گا۔

قال ابن عابدين: (قوله: ولو واحداً) لأن الانتقاض لا يتجزّأ، وإلا لَزِمَ الجمع بين الغسل والمسح، وأشار إلى المراد بالخف الجنس الصادق بالواحد والاثنين. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۲۷۵، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۴۶۳، ط: زكريا، ديوبند، ۲/ ۲۱۲، ط: فرفور، دمشق)

ساتواں باب

موزے کے پھٹ جانے کی مختلف صورتیں اور ان کا حکم

موزے کے پھٹ جانے کی مختلف صورتیں اور ان کا حکم

موزے کے پھٹنے کی مختلف صورتیں ہیں اور ہر صورت کا حکم الگ ہے:

ایڑی اور انگلیوں کے علاوہ کسی دوسری جگہ سے پھٹنا

اگر خفین ایڑی اور انگلیوں کے علاوہ کہیں سے پھٹا ہو، خواہ موزے کے نیچے یا اوپر، تو اگر اس قدر پھٹا ہو کہ چلنے کی حالت میں پیر کی چھوٹی انگلی سے مکمل تین انگلیوں کی لمبائی اور چوڑائی کے بقدر پیر کھل جاتا ہو، تو ایسے موزے پر مسح جائز نہیں ہے۔

قال الحصكفي: (والخرقُ الكبير) بمُوحَّدَة او مُثَلَّثة (وهو قدرُ ثلاث أصابعِ القدم الأصاغرِ) بكمالها. وهذا لو الخرقُ على غير أصابعه، وعَقِبه، ولِيُرَى ما تحته. قال ابن عابدين: (قوله: وهو قدر ثلاث أصابع) يعني: طولاً وعرضاً، بأن سَقَطَت جلدة مقدارَ ثلاث أصابعَ وعرضِها، كذا في حاشية يعقوب باشا على صدر الشريعة فليُحفَظ. (قوله: أصابع القدم الأصاغر) صُحِّحه في الهداية وغيرها، واعتُبِرَ الأصاغرُ للاحتياط، ورُوِيَ عن الإمام اعتبارُ أصابعِ اليد، بحر، وأطلَقَ الأصابعَ؛ لأن في اعتبارها مضمومةً أو مُفَرَّجةً اختلافاً، قهستاني. (قوله: بكمالها) هو الصَّحيحُ. (الدر المختار مع رد المحتار:

۲۷۳، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۴۵۹، ط: زكريا ديوبند، ۲/ ۲۰۹، ط: فرفور دمشق)

(ومنها) أن لا يكونَ الخَرقُ في الخف كبيراً، وهو مقدارُ ثلاث أصابعِ الرِّجل أصغرِها، وهو الصحيح، هكذا في الهداية، ويُشترط أن يَبدُو قدرُ ثلاث أصابعَ بكمالها، وهو الأصحُّ سواء كان الخَرقُ في باطن الخف، أو في ظاهره، أو في ناحية العَقِب، كذا في المحيط، وإنما يُعتَبرُ الأصغرُ إذا انكَشَفَ موضع

ظهر موضع الأصابع. (الفتاوى الهندية: ۱/ ۳۳، ط: دار الفكر، بيروت، ۸۸، ط: اتحاد/ زکریا، دیوبند)

قال الحلبي: لا يجوز المسح على خفٍّ فيه خَرق كبير لخروجه عن المقصود بالخف من قَطع المسافة بمتابعة المشي، والخَرقُ الكبيرُ المانعُ عندنا ما يَبِينُ منه مقدارُ ثلث أصابعَ... ثم الصحيحُ عندنا كونُ الأصابعِ المذكورةِ من أصابعِ الرِّجل وهو ظاهرُ الروايات، فإن كان الخَرقُ في الخف أقلَّ من ذلك، جاز المسحُ عليه، وقال زُفَرُ والشافعي وأحمد - رحمهم الله - لا يجوز وإن قل، لأنه لما وَجَبَ غَسلُ البادي، وَجَبَ غَسلُ الباقي لعدم التَّجزي، قلنا: لا نُسلِّمُ وجوبَ غَسلِ البادي لكونه بمنزلة العدم لقلته، ولزوم الحرج في اعتباره، إذ غالبُ الخِفافِ لا تخلو عنه عادةً، والشرعُ علَّقَ المسحَ بمسمّى الخف، وهو السَّاترُ الذي تُقطَعُ به المسافة، والاسم مطلقًا يُطلَقُ عليه بخلاف المُشتمِل على الكبير، فإنه ليس بخُفٍّ مطلَقٍ، بل مُقيَّد بالمخروق، ولأنه لا تُقطَعُ المسافةُ به، والخُفُّ مطلقًا ما تُقطَعُ به.

(غنية المستملي ص: ۹۸، ط: دار الکتاب، دیوبند)

ایڑی کے پاس سے پھٹنا

اگر موزہ ایڑی کے پاس سے پھٹا ہو تو اس پر مسح اس وقت صحیح نہیں ہوگا جب کہ پھٹن اس قدر ہو کہ چلنے کی حالت میں اس سے ایڑی کا اکثر حصہ کھل جاتا ہو۔

قال الحصكفي: ولو عليه، اعتُبِرَ بدوُّ أكثره. قال ابن عابدين: (قوله: ولو عليه) أي: العَقِب اعتُبِرَ بدوُّ أي: ظهورُ أكثره، كذا ذكره قاضي خان وغيره.

(الدر المختار مع رد المحتار ۱/ ۲۷۳، ط: دار الفکر، بیروت، ۱/ ۴۶۰، ط: زکریا، دیوبند، ۲/ ۲۱۱، ط: فرفور، دمشق)

قال ابن مازة: والمرويُّ عن أبي حنيفة رحمه الله في هذه الصورة أنه يُمسَحُ حتى يبدو أكثرُ من نصف العَقِب. (المحيط البرهاني: ۱/ ۱۷۳، الفصل السادس، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

انگلیوں کے پاس سے پھٹنا

اگر انگلیوں کے پاس پھٹا ہو تو اس قدر ہو کہ چلنے کی حالت میں تین انگلیاں مکمل اس سے کھل جاتی ہیں۔ یعنی اگر انگلیاں ہی کھل جائیں، تو ایسی صورت میں معتبر یہ ہے کہ وہی تین انگلیاں مکمل کھلیں خواہ کوئی سی ہوں، چھوٹی تین انگلیوں کی مقدار کا یہاں اعتبار نہیں ہوگا، لہٰذا اگر انگوٹھا اور اُس کے برابر کی انگلی کھل گئی، تو مسح جائز ہوگا، حالانکہ یہ دونوں مل کر تین چھوٹی انگلیوں کے برابر ہیں، ہاں اگر انگوٹھا اور اُس کے برابر کی دونوں انگلیاں کھل جائیں، تو مسح جائز نہیں ہوگا۔

قال الحصكفي: فلو عليها، اعتُبِرَ الثلاثُ، ولو كبارًا. قال ابن عابدين: (قوله: اعتُبِرَ الثلاث) أي: التي وَقَعَت في مقابلة الخرق؛ لأن كلَّ أصبع أصل في موضعها، لا تُعتبَرُ بغيرها. قال ابن عابدين: لو انكشَفَ الإبهام مع جارتها، وهما قدرُ ثلاث أصابعَ من أصغرِها، يجوزُ المسح، وإن كان مع جارتيها، لا يجوزُ. اهـ زيلعي، وقرّر وغيرهما، وصُحِّحَ في النعمة كما في البحر.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۲۷۳، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۴۴۰، ط: زكريا، ديوبند، ۲/ ۳۱۱، ط: فرفور دمشق)

قال الحلبي: والمُعتبَرُ أصغرُ الأصابع إذا لم يكنِ الخَرقُ عند الأصابع، وإن كان عندها، يُعتبَرُ ظهورُ الثلث التي عند الخَرق. ويُشترَطُ في المنع ظُهورُ الأصابع بكمالها في الصحيح خلافًا لما مَالَ إليه السَّرخسي من أن ظهورَ الأنامل وَحدَها مانع. ولو ظَهَرَ الإبهام وهي مقدارُ ثلث أصابعَ من غيرها، أي:

من غير الإبهام جاز المسح لما قدَّمنا أن الخرق إذا كان عند الأصابع، يعتبر ظهورُ عين تلك الأصابع، والا يعتبر أصغر الأصابع.

(غنية المستملي، ص: ۹۸، ط: دار الكتاب، ديوبند)

وأما إذا انكشَفَ الأصابعَ أنفُسها، فالمعتبر أن تنكشِفَ الثلاث أيتها كانت، حتى لو انكشف الإبهام مع جارتها، وهما قدر ثلاث أصابعَ من أصغرِها، يجوز المسح وإن كان مع جارتيها لا يجوز. (الفتاوى الهندية: ۱/ ۳۳، ط: دار الفكر بيروت، ۱/ ۸۸، ط: اتحاد/زکریا، دیوبند)

پیروں کی انگلیوں کے پوروے کا ظاہر ہونا

اگر موزہ پھٹنے کی وجہ سے انگلیوں کے صرف پوروے نظر آئیں، تب بھی اس پر مسح جائز رہے گا۔

قال ابن مازه: ثم اختلف المشايخ في فصل أنه إذا كان يبدو قدر ثلاثة أناملَ من أصابعِ الرّجل هل يمنعُ جوازَ المسح؟ قال بعضُهم يمنعُ، وإليه مالَ شمس الأئمة الحلواني رحمه الله، وقال بعضُهم: لا يمنعُ، ويشترط أن يبدو قدر ثلاثة أصابعَ بكمالها، وإليه مَالَ شمس الأئمة الحلواني رحمه الله، وهو الأصحُّ. (المحيط البرهاني: ۱/ ۱۶۳، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

انگلیاں کٹا ہوا شخص

اگر کسی شخص کی انگلیاں کٹ جائیں، تو اُس کے موزے کی پھٹن کا اعتبار دوسرے شخص کی انگلیوں سے کیا جائے گا۔

قال الحصكفي: ومقطوعها يعتبر بأصابع مماثلة. قال ابن عابدين (قوله: بأصابع مماثلة) أي: بأصابعِ شخص غيره، مماثل له في القدم صغراً أو كبراً،

والتقييد بالمماثلة أفاده في النهر. (الدر المختار مع رد المحتار: ١/ ٤٤٣، ط: دار الفكر بيروت، ١/ ٤٥٩، ط: زكريا، ديوبند، ٢/ ٢١٠، ط: فرفور، دمشق)

وفي مقطوع الأصابع يعتبر الخرق بأصابع غيره، هكذا في الجوهرة النيرة والتبيين.

(الفتاوى الهندية: ١/ ٣٣، ط: دار الفكر بيروت، ١/ ٨٨، ط: اتحاد/ زكريا، ديوبند)

ایک موزے کا کئی جگہ سے پھٹنا

اگر موزہ کئی جگہ سے پھٹا ہو اور ہر جگہ تین انگلیوں سے کم پھٹا ہو؛ مگر سب ملانے سے تین انگلیوں کے برابر ہو جائے، تب بھی مسح باطل ہو جائے گا بشرطیکہ یہ پھٹن ایک ہی موزہ میں ہو۔

ويجمع الخروق في خف واحد... ولو كان في الخف الواحد خرق في مُقَدَّم الخف قدر أصبع، وفي العقب مثل ذلك، وفي جانب الخف مثل ذلك لا يجوز، هكذا في المحيط. (الفتاوى الهندية: ١/ ٣٣، ط: دار الفكر بيروت)

قال الحلبي: وإن كان الخرقُ قدرَ إصبع مع الخرق قدرَ إصبعين في خف واحد يجمع في الحكم بالمانعية؛ فلا يجوز المسح لوجود المانع، وهو قدر ثلث أصابع في خف واحد. (غنية المستملي، ص: ٩٩، ط: دار الكتاب، ديوبند)

دو موزوں کا کئی جگہ سے پھٹنا

اگر دونوں موزے ملا کر تین انگلیوں کے برابر پھٹے ہوں، تو اس کا کوئی اعتبار نہیں، ایسی صورت میں مسح باطل نہیں ہوگا، جیسے ایک موزے میں دو انگلیوں کے برابر پیر کھل جاتا ہو اور دوسرے موزے میں ایک انگلی کے برابر، تو کچھ حرج نہیں ہے، مسح جائز ہو جائے گا۔ بشرطیکہ مسح کا فرض نفس موزے پر

واقع ہو، اگر مسح اس مقام پر کیا، جو تھوڑا پھٹا ہوا ہے، تو مسح صحیح نہیں ہوگا۔

قال الحصكفي: (وتجمع الخروق في خف) واحد (لا فيهما) بشرط أن يقع فرضه على الخف نفسه، لا على ما ظهر من خرق يسير. قال ابن عابدين: (قوله: لا فيهما) أي: لو كان في كل واحد من الخفين خروق غير مانعة، لكن إذا جمعتها تكون مثل القدر المانع، لا تمنع، ويصح المسح. اهـ ح. (قوله: فرضه) أي: فرض المسح، وهو قدر ثلاثة أصابع. (قوله: على الخف نفسه) لأن المسح إنما يجب عليه لا على الرجل. (الدر المختار مع رد المحتار: ١/ ٢٧٣، ط: دار الفكر بيروت، ١/ ٤٦٠، ط: زكريا، ديوبند ٢/ ٢٢٣، ط: فرفور، دمشق)

ولو كان في أحد الخفين خرق قدر أصبع، وفي الآخر قدر أصبعين، جاز المسح عليهما.

(الفتاوى الهندية: ١/ ٣٣، ط: دار الفكر بيروت، ١/ ٨٨، ط: اتحاد/ زكريا، ديوبند)

قال الحلبي: وإن كان الخرق في خف واحد قدر إصبعين في موضع منه أو في موضعين، وفي الخف الآخر قدر إصبع أو إصبعين كذلك، جاز المسح؛ لأن المانع كون قدر ثلث أصابع في خف واحد، فلا يجمع لو كان في الخفين.

(غنية المستملي، ص: ٩٩، ط: دار الكتاب، ديوبند)

پنڈلی سے پھٹنا

اگر موزہ پنڈلی سے ٹخنے کے اوپر پھٹ گیا، تو اس پھٹنے کا اعتبار نہیں ہوگا۔

قال ابن عابدين: ثم المراد به ما كان تحت الكعب، فالخرق فوقه لا يمنع؛ لأن الزائد على الكعب لا عبرة به، زيلعي. (الدر المختار مع رد المحتار: ١/ ٢٧٣، ط: دار الفكر بيروت، ١/ ٤٥٩، ط: زكريا، ديوبند ٢/ ٢٠٩، ط: فرفور، دمشق)

ولو كان الخرق في ساق الخف، لا يمنع جواز المسح، كذا في الخلاصة.
(الفتاوى الهندية: ١/ ٣٣، ط: دار الفكر بيروت، ١/ ٨٨، ط: اتحاد/ زكريا، ديوبند)

موزوں میں سراخ ہوجانا

اگر موزوں میں اس قدر باریک باریک سوراخ ہوجائیں جن میں موٹی سوئی نہ جاسکے، تو ان کا اعتبار نہیں اگرچہ کتنے ہی ہوں۔

قال ابن عابدین: (وأقلُّ خرقٍ یجمع لیمنعَ) (ما تدخل فی المسَلّة لا ما دونه) إلحاقاً له بمواضع الخرز. قال ابن عابدین: (قوله المسَلّة) بکسر المیم: الإبرةُ العظیمةُ، صحاح. (قوله: إلحاقاً له) أي: لما دون المسَلّة بمواضع الخرز التي هي معفوّة اتفاقاً، ط. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۲۷۳، ط: دار الفکر بیروت، ۱/ ۶۱ ۴، ط: زکریا، دیوبند ۲/ ۲۴۳، ط: فرفوری، دمشق)

ثم الخرقُ الذي یجمعُ أقلُّه ما یدخل فیه المسَلّة وما دونه لا یعتبرُ إلحاقاً له بمواضع الخرز.

(الفتاوی الهندیة: ۱/ ۳۳، ط: دار الفکر بیروت، ۱/ ۸۸، ط: اتحاد/ زکریا، دیوبند)

پھٹے ہوئے موزے میں تین انگلیوں کا ظاہر نہ ہونا

اگر موزے پھٹے ہوں؛ مگر چلتے وقت (پیر اٹھاتے وقت) تین انگلیوں کے بقدر پیر کا حصہ ظاہر نہ ہوتو اس کا اعتبار نہیں ہوگا، مسح باطل نہیں ہوگا، اگرچہ وہ پھٹا ہوا تین انگلیوں سے زیادہ ہو اور اگر ایسا ہو کہ چلتے وقت تو تین انگلیوں کے برابر پیر دکھائی دیتا ہو اور یوں نہیں دکھلائی دیتا، تو مسح درست نہیں ہوگا۔

قال الحصکفي: لو لم یرَ القدرَ المانع عند المشي لصلابته، لم یمنع وإن کَثُرَ. (قوله: عند المشي) أي: عند رفع القدم کما في شرح المنیة الصغیر، سواء کان لا یُرَی عند الوضع علی الأرض أیضاً، أو یُرَی عند الوضع فقط، وأما بالعکس فیهما فیمنعُ، أفاده ح. وإنما اعتبرَ حالَ المشي لا حالَ الوضع؛ لأن

الخفَّ للمشي يُلبَسُ فَرْز. (الدر المختار مع رد المحتار: ١/ ٢٧٣، ط: دار الفكر بيروت، ١/ ٢٤٠، ط: زكريا، ديوبند ٢/ ٢١١، ط: فرفور دمشق)

والخَرقُ المانعُ من المسح هو المُنفرِجُ الذي ينكشِفُ ما تحته أو يكون منضمًا؛ لكن ينفرِجُ عند المشي، ويَظهرُ القدم. أما إذا لم ينكشِف ما تحته فلا يَمنَعُ وإن كان الخَرقُ طويلاً.

(الفتاوى الهندية: ١/ ٣٣، ط: دار الفكر بيروت، ١/ ٨٨، ط: اتحاد/ زكريا، ديوبند)

قال الحلبي: وكذا الحكمُ لو انفَتَقَ خرزُه أي: خرزُ الخف إلا أنه الشان لا يُرى شيء من قدمِه يجوز المسح لما قلنا، ولو كان الشيء من قدمه والمرادُ به المقدارُ المُقدَّر بحيث يبدو أي: يَظهرُ حالةَ المشي، أي: حالةَ رفع القدم؛ ولكن لا يبدو حالةَ الوضع، يَمنَعُ جوازَ المسح؛ لأن المُعتبرَ حالُ المشي، كذا ذُكِرَ في المحيط، ولو كان الأمرُ بالعكس، لا يَمنَعُ.

قال الحلبي: ولو كان طولُ الخَرق أكثرَ من قدر ثلث أصابعَ، وانفتاحه، أي: مقدارُ ما يَنفتِحُ منه أقلُّ من ذلك القدر، لا يَمنعُ جوازَ المسح؛ لأن غيرَ المنفتح ليس له حكمُ الخَرق لعدم ظهور شيء منه؛ لأن المانعَ انكشافُ ما يَجِبُ غَسلُه إذا كان قدرَ ثلث أصابعَ ولم يُوجَد.

(غنية المستملي، ص: ٩٩، ط: دار الكتاب، ديوبند)

قال الكاساني: ثم الخَرقُ المانع أن يكون منفَتِحاً بحيث يَظهَرُ ما تحته من القدم مقدارُ ثلاث أصابعَ أو يكون منضَمّاً؛ لكنه ينفَرِجُ عند المشي، فأما إذا كان منضَماً لا ينفَرِجُ عند المشي، فإنه لا يَمنَعُ، وإن كان أكثرَ من ثلاث أصابعَ، كذا روَى المُعلَّى عن أبي يوسف عن أبي حنيفة، وإنما كان كذلك، لأنه إذا كان منفَتِحاً أو يَنفَتِحُ عند المشي، لا يمكن قَطعُ السفر به، وإذا لم يمكن، يَمنَعُ.

(بدائع الصنائع: ١/ ١١، ط: دار الكتب العلمية بيروت، ١/ ٨٦، ط: زكريا، ديوبند)

مدنی کتب خانہ دیوبند

MADANI KUTUB KHANA

NEAR QAZI MASJID, DEOBAND -247554 (U.P.) INDIA

email : madanipublishers@gmail.com

Call : 976 018 5959 / 989 786 9179